حلال وحرام میں احتیاط

مفتی کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے فتویٰ میں یہ کہے کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے یا حلال کیا ہے۔ اللہ اسے پسند کرتا ہے یا ناپسند کرتا ہے۔ ہاں وہ امور جن کی بابت قرآن وحدیث کے الفاظ میں یہ چیزیں موجود ہوں تو بے شک کہہ سکتا ہے لیکن کسی ایسے شخص کی کتاب اور اس کے فرمان کو سامنے رکھ کر جس کی تقلید کا خوگر ہو گیا ہے اسے ایسے الفاظ بولنا کہ یہ اللہ کے نزدیک حلال ہے یا اللہ کے نزدیک حرام ہے وغیرہ یہ ہرگز جائز نہیں۔ ایسا کرنا تو اللہ کے بندوں کو دھوکہ دینا ہے کہ اللہ رسول کا حکم تو معلوم نہیں اپنے امام کے قول کو لیتا ہے اور اللہ رسول کا نام لے کر بیان کرتا ہے۔

(اعلام الموقعین للامام ابن القیم رحمہ اللہ)

رجب-شعبان ۱۴۳۳ھ/ جون-جولائی ۲۰۱۲ء

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

رجب-شعبان ۱۴۳۳ھ / جون-جولائی ۲۰۱۲ء

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپئے • سالانہ: 150 روپئے

• ڈیزائن و کمپوزنگ : رضی الرحمن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai
14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com فون: 022-26520077 فیکس: 022-26520066

نگارشات

حلقۂ قرآن

صوم رمضان: اہمیت اور تقاضے

● اشفاق احمد سنابلی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورہ بقرہ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

صوم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز سے رکنے اور ترک کر دینے کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْماً فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيّاً﴾ (مریم:۲۶)

ترجمہ: میں نے رحمٰن کے لئے صوم رکھنے کی نذر مانی ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔

صوم کے شرعی معنی ہیں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی سے ہمبستری کرنے سے اللہ کی رضا کے لئے رکے رہنا۔ صوم رمضان اسلام کا ایک رکن ہے جو ہر عاقل بالغ مرد وعورت آزاد وغلام پر فرض ہے، صوم رمضان کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن وسنت میں روزے کے بہت سارے فضائل موجود ہیں چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے "من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه" جس نے ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ) روزے کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے اس کی مقدار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبع مئة ضعف ،قال الله عزوجل الا الصوم فانه لى وانا اجزى به يدع شهوته وطعامه من اجلى" (متفق علیہ) ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب کئی گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر یہاں تک کہ سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزے کے جو کہ صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا کیونکہ بندہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔ روزہ ماہ رمضان کی سب سے اہم عبادت ہے یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے انسان کی جسمانی وروحانی تربیت میں روزے کا اہم کردار ہے، روزہ عملی شکر کی بہترین مثال ہے دن بھر بھوک پیاس سے اللہ کی نعمتوں کا انسان خلوص دل سے اعتراف کرتا ہے اس کے دل میں شکر الٰہی بجالانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے روزوں کے باعث باہمی اتحاد واتفاق کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے یوں تو روزے کے بے شمار

فوائد ہیں لیکن سب سے اہم فائدہ تقویٰ کا حصول ہے جس کا ذکر اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیت میں کیا ہے۔

تقویٰ کا لفظ وقایہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پرہیز کرنا، حفاظت کرنا ہے۔ اس لحاظ سے تقویٰ کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے حکم کو بجالایا جائے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کبھی کانٹوں دار راستے میں چلے ہو جیسے وہاں کپڑوں اور جسم کو بچاتے ہو ایسے ہی گناہوں سے مکمل طور پر بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۱)

تقویٰ مسلمان کی زندگی کے ہر عمل کو بدل دیتا ہے اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کرتا ہے اور ہر موقع پر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے روکتا ہے۔ نفس انسانی کی اصلاح کے لئے تقویٰ سے بڑھ کوئی موثر چیز نہیں جس دل میں تقویٰ ہو سمجھ لو کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ متقی آدمی کو گناہوں سے باز رکھنے کے لئے کسی پولس یا تازیانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آج سماج میں ہر طرف برائیاں پھیل رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ تقویٰ کا فقدان ہے، موجودہ ماحول میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہر دل میں خوف الٰہی پیدا کیا جائے تا کہ گناہوں سے بچنے کا جذبہ عام ہو۔

واضح رہے کہ صوم صرف یہی نہیں کہ بندہ صبح صادق سے کھانا پینا ترک کر دے بلکہ جس طرح کھانا پینا اور ہمبستری کرنا ممنوع بعینہٖ روزے کی حالت میں زبان ودیگر اعضاء کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: **"من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه"** (بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور) جس شخص نے جھوٹ اور جھوٹی باتوں پر عمل کو ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی چنداں ضرورت نہیں کہ بندہ کھانا پینا ترک کرے۔ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہوا کہ روزہ کا ثواب حاصل کرنے کے لئے روزہ دار کو چاہئے کہ جھوٹ نہ بولے لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرے، غیبت، چغلی ودیگر بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرے۔

ایک ڈاکٹر مریض کو دوا دیتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ چند چیزیں پرہیز کی بھی بتا دیتا ہے اگر مریض ڈاکٹر کی پرہیز کردہ چیزوں سے درگزر کرتے ہوئے ہر شئی کا استعمال کرے جو مرض میں زیادتی کا سبب ہو تو کیا وہ دوا کارگر ثابت ہوگی؟۔ روزہ کا بھی یہی حال ہے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر روزے فرض قرار دیئے اور ان کے رکھنے کا حکم انہیں دیا ساتھ ہی ساتھ کچھ ہدایات بھی دے دیں لیکن مسلمانوں کی اکثریت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر ظاہری طور پر حکم کی تعمیل میں سرگرداں ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نظر انداز کر دیا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورا مبارک مہینہ گزر جاتا ہے لوگوں کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ سچ کہا ہے شاعر نے۔

جس نے آداب پہ روزوں کے بھی رکھی ہے نظر
ایسے خوش بخت کے دامن میں خزینہ آیا

اگر مسلمان مذکورہ بالا حدیث رسول ﷺ کے مطابق روزہ رکھیں تو یقیناً ان کی زندگیوں میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ اور روزہ ان کی سیرت وکردار کو سنوارنے میں اہم رول ادا کرے گا۔ اللہ ہمیں روزے کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حلقۂ حدیث

عظمت ماہِ رمضان

● عبدالجبار انعام اللہ سلفی

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین۔(صحیح بخاری۔ح:۱۸۹۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

راوی حدیث: مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں، ابوہریرۃ کنیت ہے جاہلی نام عبدشمس یا عبدعمرو تھا، اسلامی نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن بن صخر دوسی ہے خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو لازم پکڑ لئے، بھوکے پیاسے رہ کر پیٹ پر پتھر باندھ کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سننے اور یاد کرنے میں لگے رہے اور ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے لگے۔ علم کے بڑے حریص اور کتاب وسنت کے بڑی شیدائی تھے، صحابہ وتابعین میں سے تقریباً آٹھ سوافراد نے انؓ سے روایتیں لی ہیں، تاحین وفات مدینہ کے اندر سکونت پذیر رہے اور مدینۃ الرسول کو چھوڑ کر کہیں نہیں گئے اور وہیں پر ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی، ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے تین سو پچیس (۳۲۵) متفق علیہ ہیں اور ترانوے (۹۳) کی روایت میں امام بخاری اور ایک سو نوے (۱۹۰) کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں۔

(بحوالہ مرعاۃ المفاتیح: ۱/۴۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ بنارس)

تشریح:

سال کے بارہ قمری مہینوں میں سے ایک ماہ رمضان بھی ہے، رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں جلانا، زمین کی تپش سے پاؤں کا جلنا، اسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "**صلاۃ الاوابین اذا رمضت الفصال**" ہے (مسلم ح ۷۴۸) اس کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ مہینہ گناہوں کو جلا کر نیست ونابود کردیتا ہے یا اس مہینے میں تشنگی (پیاس) کی شدت بہت تکلیف دیتی ہے یا اس وجہ سے کہ نام رکھنے کے وقت یہ مہینہ شدت گرما میں واقع ہوا تھا۔

(نور اللغات ۳/۲۰۴ قومی کونسل دہلی)

رمضان المبارک کا یہ مہینہ بڑی فضیلت واہمیت کا حامل ہے اس کی فضیلت متعدد حیثیتوں سے ثابت ہے۔ مثلاً

☆ اس ماہ کے آتے ہی اللہ تعالیٰ یہ خصوصی اہتمام فرماتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ابتداء میں ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے، اس معنیٰ کی اور بھی متعدد روایتیں کتب احادیث کے اندر موجود ہیں۔ (جامع ترمذی ح ۶۸۲، ابن ماجہ ۱۶۴۲، شاہد کی بنیاد پر قوی ہے، مسند احمد ۲/۲۳۰ سنن نسائی ح ۲۱۰۸، امام البانیؒ نے

شاہد کی بنیاد پر اس کو جید کہا ہے۔(مشکاۃ بتحقیق الالبانی ۱/۶۱۲)

لیکن رحمت یا جنت کے دروازوں کا کھولا جانا، شیاطین اور سرکش جن کر جکڑ دیئے جانے کا کیا معنی ہے؟ کیا واقعی انہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے؟ یا اس کا کوئی مجازی معنی مراد ہے؟اس کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کو کھولنا اور اس طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا، شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقتاً ہے۔مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ: آسمان کے دروازوں کا کھولنا نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے، روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے۔ (فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری ۲/۹۶)

اگر چہ بعض علماء نے اسے مجازی معنی پر محمول کیا ہے مگر حقیقت پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

☆ اس مہینے کے اندر قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب کا نزول ہوا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے باعث ہدایت ورحمت ہے۔(سورہ بقرہ:۱۸۵)

☆ اسی مہینے میں روزہ جیسی اہم عبادت انجام دی جاتی ہے جو اسلام کا ایک بنیادی رکن، اور باعث تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ (بخاری ح:۸۔مسلم ح:۱۶،سورہ بقرہ:۱۸۴)

☆ اسی ماہ مبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہوتی ہے اور جس کے اندر قیام کرنے سے گذشتہ صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (سورۃ القدر:۳۔بخاری مع الفتح ۲۰۱۴،۱۹۰۱)

☆ یہ رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے ایک مومن بندہ اس ماہ میں روزہ رکھ کر اگر اپنے گناہوں کی بخشش کرواتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اسے رضائے الٰہی حاصل ہوکر رہتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے "**من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه**" (بخاری: ح۲۰۱۴،۱۹۰۱)

☆ اس ماہ کے اندر عمرہ کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے۔(صحیح مسلم ح۱۲۵۶)

☆ اس ماہ کے آخری عشرہ میں ایک عمل اعتکاف بھی ہے جس پر آپ ﷺ تا وفات پابندی کرتے رہے۔ (بخاری: ۲۰۲۶،مسلم:۱۱۷۲)

☆ ماہ رمضان کے روزوں کے اختتام پر صدقۂ فطر ادا کی جاتی ہے، جسے روزوں کے دوران میں ہونے والی کمی، کوتاہی یا لغزش کے ازالے اور ناداروں اور حاجت مندوں کو سامان خوردو نوش فراہم کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں" **فرض رسول الله ﷺ زکاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساکین**"(سنن ابن ماجہ ح ۱۸۲۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان کی عظمت ومرتبت کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اس کے اندر تمام اچھے امور کو انجام دینے کی استطاعت دے۔آمین

☆☆☆

اداریہ

اتحاد ملت
سازشوں کے نرغے میں

● عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

حق و باطل کی کشمکش بڑی شدت سے جاری ہے، عالمی طور پر غیر مسلم اقوام مسلمانوں کے خلاف متحد اور صف آراء ہوتی نظر آرہی ہیں اور پوری چالاکی وچابکدستی کے ساتھ ملت اسلامیہ کی صفوں میں دراڑ پیدا کرنے کے لئے نت نئی سازشیں بھی ہورہی ہیں، ایک طرف جہاں شیعہ وسنی الگ الگ محاذ بناکر مسلمانوں کو بکھیرنے بالخصوص سنی اتحاد اور طاقت کو کمزور کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں تو دوسری طرف پورے عالم اسلام اور عرب میں شیعہ بلٹ کو مضبوط و مستحکم بناکر انہیں اہل سنت اور عالم اسلام کی سنی اکثریت پر مسلط کرنے کی کاوشیں بھی دکھائی دے رہی ہیں اور یہ سب کچھ اسلام کی اٹھتی اور بڑھتی ہوئی لہر کو روکنے اور اسلام پسندوں کی راہوں میں رکاوٹ کھڑی کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔

عالم عرب میں نشانہ اہل سنت بالخصوص سلفی منہج اور اس کے حاملین وناشرین ہیں اور پوری دنیا میں عموماً توحید وسنت کے حقیقی پاسداران علمائے حق اور علمائے اہل حدیث ہیں لیکن افسوس وحیرت کی بات ہے کہ اہل سنت سے وابستگی کا دعوی کرنے والی مسلم جماعتیں، تنظیمیں اور مسلمانوں کے مختلف مسالک بھی اسی روش پر چلتے ہوئے دکھائی دے اور اس سلسلے میں غیروں کی طرح پوری دنیا میں سلفیت اور اس کے حامیوں کے خلاف پوری توانائی صرف کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ مصر کے انقلابی ''الاخوان المسلمون'' ہوں یا خلیج میں سرگرم مختلف دعوتی عناصر سے جڑی ہوئی دیگر تحریکیں یا ان کے داعیان ہوں ہر جگہ غیر مسلم اقوام اور عالمی سازش کے تناظر میں اپنے اپنے ملکوں میں انہوں نے بھی ایک محاذ سلفیت اور اہلحدیثوں کے خلاف کھول رکھے ہیں، اس پس منظر میں اتحاد کی دعوت اور عالمی پیمانہ پر سنی محاذ کا استحکام عبث اور بیکار ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

دراصل یہ ایک قدیم عالمی اور تاریخی سازش ہے جس کے مظاہر ہمیں ہر دور میں کسی نہ کسی شکل اور خول میں ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی توحید وسنت کی حقیقی دعوت کو لے کر اس دنیا میں کوئی تحریک اٹھی تو غیروں نے پوری چالاکی کے ساتھ اپنوں کی سازش سے اسے دبانے اور بدنام کرنے کی ہمہ جہت کوششیں کیں۔

اہل سنت کے امام مبجل احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جب خلق قرآن کے مسئلے پر پوری جرأت مندی کے ساتھ اعلان حق کیا تو اس وقت کے انقلابی، خوارج، معتزلہ، متصوفہ اور درباری علماء

سب کے سب ان کے خلاف ہو گئے اور سرکاری وغیر سرکاری سازشوں کے نتیجہ میں مکمل طور پر آپ کو دبانے اور بدنام کرنے کی قراردادیں منظور ہوئیں اور پھر پس دیوار زنداں پہنچا دیئے گئے اور اس طرح طاقت کے بل بوتے یا اکثریتی غرور کے نشہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی منظم سازشیں ہوتی رہیں۔ مگر امام احمد رحمہ اللہ کی استقامت، جرأتمندی اور حوصلہ و پامردی نے ان کی سازشوں پر یکلخت پانی پھیر دیا۔ آٹھویں صدی ہجری میں جب امام ابن تیمیہؒ نے سرزمین شام پر توحید وسنت کی علمبرداری، نشر واشاعت اور پاسداری کے لئے تحریک چھیڑی تو مسلکی عصبیتوں اور اکثریتی زعم باطل وعددی غرور کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی سازشوں کے شکار بنائے گئے۔ شکایتوں اور اتہامات کے ذریعہ توحید کے سپاہی اور انبیائی دعوت ومشن کے وارث حقیقی کو مجرم قرار دے دیا گیا مگر نصرت الٰہی اور تائید ربانی نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نام ابدالآباد کے لئے اس دنیا میں زندہ و پائندہ کر دیا۔

بارہویں صدی ہجری میں جزیرۂ عرب میں قافلۂ توحید وسنت کی اس سنہری تاریخی سلسلے کی ایک اہم کڑی امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے جب شرک اور اس کے مختلف مظاہر کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو پوری دنیا کی سنی اکثریت اور مسلکی عصبیت کے ماروں نے انہیں بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑا، خود ہمارے ملک ہندوستان میں جب شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی احیائے سنت اور رد شرک وبدعت کی تحریک اٹھی تو غیروں سے زیادہ اپنوں نے اسے دبانے اور مٹانے کی ناروا جسارتیں کیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز پورے عالم عرب اور عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں ہر جگہ اسی شدت کے ساتھ جاری وساری ہے۔

ایک طرف شیعہ وسنی اتحاد کی باتیں ہو رہی ہیں، مختلف اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کے مابین اتحاد کا نعرہ دیا جارہا ہے تو دوسری طرف اتحاد امت کے سنہرے نعروں میں مسلکی وگروہی عصبیتوں کی بو بھی آرہی ہے، ایک دوسرے پر لعن وطعن کے تیر ونشتر چلائے جارہے ہیں بالخصوص اکثریت اور تعداد کے زعم باطل پر حقیقی اسلام کی نمائندگی کرنے والی سلفی تحریکوں اور توحید پرست جماعتوں کے خلاف زبان قال اور حال سے یہ سب کچھ ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ایسے عصبیت زدہ ماحول اور سطحی نظریات میں ڈوبے ہوئے دعویداران اتحاد سے اتحاد کی امیدیں کیسے کی جاسکتی ہیں؟

اتحاد تو ایک بڑا مضبوط پلیٹ فارم ہے جس کی ملت کو آج اشد ضرورت ہے مگر اتحاد کا نعرہ دینے کے ساتھ مسلکی وگروہی عصبیتوں کو ہوا دینا، علاقائیت اور عنصریت کو فروغ دینا اور اتحاد کے عظیم مقاصد کو تار تار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

آج پوری دنیا میں مسلمان سازشوں کے نرغے میں ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کو ہر جگہ نشانہ بنایا جارہا ہے خود ہمارے ملک ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء اور اوقاف ومساجد کے خلاف طرح طرح کے قانون بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں، مدارس اسلامیہ کے خلاف ایک بڑی سازش کے ذریعہ دعوت وتعلیم کے راستے میں قانونی رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں ایسے میں اتحاد ملت، اجتماعیت اور ایک مضبوط پلیٹ فارم مسلمانوں کے لئے وقت کی اہم ضرورت بن چکا ہے، مسلم تحریکوں اور تنظیموں سے

وابستہ ذمہ داران، علماء واعیان کو چاہئے کہ اتحاد امت کی حقیقی تعبیروں کو بروئے کار لاتے ہوئے ملت اسلامیہ میں اجتماعیت پیدا کرنے کی جدوجہد کریں، تعداد کی بنیاد پر اکثریت اور سواد اعظم کے سہارے جانبدارانہ مظاہرے اور دوسروں کو دبانے کی تدبیریں دراصل اتحاد کے خوبصورت چہرے کو داغدار بنانے اور مسلمانوں کو مزید انحطاط وپستی میں لے جانے کا ذریعہ ہیں۔

ضرورت ہے کہ سچائیوں کو تسلیم کیا جائے، کتاب وسنت کی بالادستی کو قبول کیا جائے اور توحید وسنت کو مقدم کرتے ہوئے ترجیحی بنیادوں پر اتحاد کی باتیں کی جائیں بلکہ توحید وسنت کو ہی اتحاد کا حقیقی معیار اور پیمانہ بنا کر ایک کلمہ کی اساس پر اتحاد واتفاق کے منصوبے بنیں اور جہاں کہیں بھی اس اساس اصلی پر ضرب لگے وہاں فوراً پوری سچائی اور امانتداری، جرأتمندی وبے باکی سے اس کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ بین الاقوامی طور پر بھی کتاب وسنت کی بالادستی کو برقرار رکھتے ہوئے اتحاد ملت اور وحدت امت کی قرار دادیں منظور ہونی چاہئے، اکثریت واقلیت اور تعداد وطاقت کے باطل نظریات سے پرے اٹھ کر پوری ملت اسلامیہ بالخصوص سنی تحریکوں اور تنظیموں کو اتحاد ملت کے خوبصورت محل کو تعمیر کرنا چاہئے اسی میں استحکام ومضبوطی اور خیر وبھلائی کا راز مضمر ہے اور یہی اہل باطل کی سازشوں کو توڑنے اور ظلم وکفر کی کلائی کو موڑنے کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی بالادستی اور توحید وسنت کی اساس پر اتحاد ملت اور وحدت امت کے لئے کاوشیں کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غصہ اور گالی گلوچ

اسلام نے جس اخلاق، تہذیب وشائستگی اور عفو ودرگذر کی تعلیم دی ہے گالی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اسلامی اخلاق وکردار کا حامل شخص سبّ وشتم کا ارتکاب نہیں کرتا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو ماں کی غلامی کی عار دلائی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ" تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کے آثار ہیں۔ (بخاری: ۶۰۵۰)

رسول اللہ ﷺ کے شمائل واخلاق کے بیان میں آتا ہے کہ آپ نہ فحش گو تھے، نہ لعن طعن کرنے والے اور نہ گالی دینے والے۔ آپ ناراضی اور غصے کے وقت صرف یہ فرماتے: ''اسے کیا ہوا ہے، اس کی پیشانی خاک آلود ہو''۔ (حوالہ مذکورہ)

ہمیں بھی عہد کرنا چاہئے کہ گالی سے گریز کریں گے کیونکہ یہ منافقت کی علامت اور جاہلیت کے آثار میں سے ہے اور ہمیں تو ایک مومن کا کردار اپنانا ہے نہ کہ منافق کا، اور اسلامی تہذیب واخلاق سے آراستہ ہونا ہے نہ کہ جاہلیت کی بے ہودگیوں کو اختیار کرنا جن کو رسول اللہ ﷺ نے ختم فرمایا۔

[حافظ صلاح الدین یوسف / اسلامی آداب معاشرت ص ۳۹]

فضائل ماہِ رمضان
کتاب وسنت کی روشنی میں

● عبدالجبار انعام اللہ سلفی

اللہ کی جانب سے متعین کردہ سال کے بارہ قمری مہینوں میں سے ایک ماہ رمضان بھی ہے دیگر مہینوں کے مانند اس کا بھی اپنی جگہ پر ایک اہم مقام ومرتبہ ہے لیکن اوروں کی بہ نسبت اس کی اہمیت اور کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ ماہ رمضان المبارک کے چند اہم فضائل یہ ہیں:

ماہ رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا:

ماہ رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اسی مہینے میں قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کا نزول ہوا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے باعث ہدایت ورہنمائی ہے اور جو حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے والی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۸۵) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہوگیا بلکہ یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور وہاں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا، وہاں سے حسب حالات ۲۳ رسالوں تک اترتا رہا۔ اس لئے یہ کہنا کہ قرآن مجید رمضان میں یا لیلۃ القدر یا لیلۃ مبارکہ میں اترا یہ سب صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو رمضان میں ہی اترا ہے اور لیلۃ القدر ولیلۃ مبارکۃ ایک ہی رات ہے یعنی قدر کی رات جو رمضان میں آتی ہے۔

بعض کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور پہلی وحی جو غار حرا میں آئی وہ رمضان میں آئی۔ (تفسیر احسن البیان ص ۷۳-۷۴) چنانچہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

''ہماری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱ر تاریخ کو دوشنبہ کی رات میں پیش آیا۔ اس روز اگست کی ۱۰ر تاریخ تھی اور ۶۱۰ء تھا۔ قمری حساب سے نبی ﷺ کی عمر چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے ۲۲ دن تھی''۔ (الرحیق المختوم ص ۱۰۲-۱۰۳ اردو ایڈیشن)

پھر حاشیہ ۴ کے تحت لکھتے ہیں:

''میں نے ۲۱ر تاریخ کو اس بناء پر ترجیح دی ہے حالانکہ مجھے اس کا کوئی قائل نظر نہیں آیا کہ بیشتر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ

آپ کی بعثت دوشنبہ کے روز ہوئی تھی اور اس کی تائید ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے دن کے روزے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھے پیغمبر بنا گیایا جس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ (صحیح مسلم ۱/۳۶۸۔ مسند احمد ۵/۲۹۷، ۲۹۹، بیہقی ۴/۲۸۶ - ۳۰۰، مستدرک حاکم ۲/۲ - ۶)

اور اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن ۷، ۱۴، ۲۱ اور ۲۸ تاریخوں کو پڑا تھا ادھر صحیح روایات سے یہ بات ثابت اور معین ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑتی ہے اور ان ہی طاق راتوں میں منتقل بھی ہوتی رہتی ہے۔ اب ہم ایک طرف اللہ کا یہ ارشاد دیکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا دوسری طرف ابوقتادہؓ کی یہ روایت دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دوشنبہ کے روز مبعوث فرمایا گیا، تیسری طرف تقویم کا حساب دیکھتے ہیں کہ اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن کن کن تاریخوں میں پڑا تھا تو متعین ہو جاتا ہے کہ نبی کی بعثت اکیسویں رمضان کی رات میں ہوئی اس لئے یہی نزول وحی کی پہلی تاریخ ہے۔ (الرحیق المختوم ص ۱۰۳ حاشیہ ۴)

غرض کہ ماہ رمضان میں قرآن پاک جیسے ایک صحیفۂ کامل اور کتاب ہدایت کا نزول ہوا، جو دین اسلام کی تعلیمات وہدایات کا آخری سرچشمہ ہے، جس میں قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کی خاطر رہنمائی کا سامان موجود ہے جو ہماری فکری واعتقادی وعملی زندگی کے لئے مکمل ضابطۂ حیات اور اساسی دستور وقانون کی حیثیت رکھتی ہے، جو اپنے مضامین، اسلوب بیان، اپنی فصاحت وبلاغت ہر پہلو سے معجزہ ہے، جس کے انداز بیان ندرت اسلوب کو دیکھ کر بڑے بڑے فصحاء بلغاء اور صاحب زبان شعراء وخطباء عاجز اور انگشت بدنداں رہ گئے۔

اس ماہ کے اندر اس کتاب ذی شان کا نزول ہوا جو بے شمار علوم وفنون کا مخزن وگنجینہ ہونے کے ساتھ اتنا جامع ہے کہ اسے سینوں میں محفوظ رکھنا آسان ہے اور جس کے اندر اقوام ماضیہ کے قصص وواقعات اور امثال مذکور ہونے کے ساتھ زندگی کے تمام گوشوں وشعبوں کی طرف رہنمائی کے انمول نسخے، آخرت وفکر آخرت کے دلائل، دنیاوی حقیقت کے مقاصد موجود ہیں۔ اور جو اپنے متبعین کے لئے اخروی کامیابی کی ضمانت دیتی ہے، اور جو علمی لحاظ سے بھی حقائق ومعارف اور نکات کا خزانہ ہے، جس میں روحانی علوم کے ساتھ ساتھ معاشرتی، لسانی اور علوم جدیدہ بھی پائے جاتے ہیں، یہی صرف نہیں بلکہ یہی کتاب قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارشی بن کر آئیگی۔

رمضان ماہ صیام ہے:

ماہ رمضان کی دوسری سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس ماہ کے اندر روزہ جیسی اہم عبادت کی فرضیت ہوئی، وہ روزہ جو گناہوں کے معاف کرنے کا ذریعہ وسبب ہے چنانچہ حدیث کے اندر آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا "جو شخص ایمان کے ساتھ خالص اللہ کے لئے اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں" (صحیح بخاری مع الفتح ۴/۱۳۸ کتاب الصوم باب من صام رمضان ایمانا الخ)

ماہ رمضان کے اندر اس روزے کی فرضیت ہوئی جو تمام برائیوں کو ختم کرتا ہے اور انسان کو بھلائیوں کی جانب لے جاتا

ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ فتنہ کے سلسلے میں کسی کو نبی کی کوئی حدیث یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی جو فتنہ اس کے اہل وعیال ومال اور ہمسایہ کی وجہ سے پہنچتا ہے نماز، روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہوجاتے ہیں" (بخاری مع الفتح ۴/۱۴۴)

اور جس روزہ کے بارے میں حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **"الصیام لی وانا اجزی بہ والحسنۃ بعشر امثالھا"** روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور اس کے دس گنا اور نیکیاں۔ (بخاری مع الفتح ۴/۱۲۵)

غرض کہ ماہ رمضان مختلف خوبیوں کا مخزن ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ روزہ کو رمضان کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ اور سبب بیان کرتے ہوئے مولانا سید علی میاں ندویؒ نہایت ہی بلیغانہ انداز میں رقمطراز ہیں:

"اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، گم کردہ انسانیت کو صبح صادق نصیب ہوئی، اس لئے عین مناسب تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کردیا گیا اسی طرح اس مہینے کو بھی ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی صبح ہوئی پورے مہینے کے ساتھ مربوط کردیا جائے، خاص طور پر اس وقت جب کہ اپنی رحمت وبرکت اور روحانیت ونسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا بلکہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے۔ (ارکان اربعہ ص ۲۵۱)

ماہ رمضان ماہ صلاۃ:

ماہِ رمضان کی عظمت اور فضیلت اس اعتبار سے اور ہی دوچند ہوجاتی ہے جب ماہِ رمضان کے آتے ہی ایک مسلمان جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ پایا جاتا ہے اپنے آپ کو تمام دنیاوی امور سے فارغ کرکے روزہ رکھنے کے ساتھ جہاں فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے اپنے کو پابند بنالیتا ہے اور اس کا اہتمام کرتا ہے وہیں نفلی نمازوں میں بھی بہت مستعد ہوجاتا ہے خصوصاً تراویح نامی نفلی نماز (جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے پڑھنا مسنون ہے اور رمضان کی نفلی نمازوں میں سب سے اہم وافضل ہے) کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہادی اعظم نے خود اس امر کو انجام دیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

"نبی ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی تو بہت سے لوگ آپ کے ساتھ شامل ہوگئے دوسری رات آپ نے نماز پڑھی تو لوگ اور زیادہ ہوگئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو اکٹھا ہوئے تو آپ باہر تشریف نہ لائے، جب صبح ہوئی تو فرمایا" میں نے رات میں محسوس کرلیا کہ تم لوگ جمع ہوئے ہو لیکن مجھے صرف ایک چیز نے باہر آنے سے روک دیا اور وہ یہ کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا تھا"۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۴/۲۹۴ کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام)

اور پھر اپنی امت کے سامنے اس کی اہمیت وفضیلت بیان کرکے اس کی جانب رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

"من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ

ماتقدم من ذنبہ "جس شخص نے بھی ایمان وثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ (چھوٹے) بخش دیئے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری مع الفتح ۴/۲۹۴)

ماہ رمضان اور لیلۃ القدر:

ماہ رمضان تو سراپا رحمتوں مغفرتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، لیکن اس کا آخری عشرہ اپنے اعتبار سے کہیں اور ہی زیادہ جامع ہے، اور اپنے اندر تمام خوبیوں کو سموئے ہوئے ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو بڑی اہم ہے اور جسے لیلۃ القدر (شب قدر) کا نام دیا جاتا ہے اور اس شب کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب اسی شب میں نازل ہوئی ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ٥ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ٥ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ٥ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ٥ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥﴾ (سورۃ القدر)

ترجمہ: ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے ہر حکم کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلامتی ہے وہ شب طلوع فجر تک۔

اور اسی شب کو دوسری جگہ "لیلۃ مبارکۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ٥ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ٥ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾ (سورۃ دخان:۳-۵)

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، ہمارے پاس سے حکم ہوکر ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے آپ کے رب کی مہربانی سے وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

مذکورہ آیات کے اندر اگر ایک جانب یہ اشارہ ہے کہ اس رات میں فرشتوں اور روح الامین (جبرئیل) کا نزول ہوتا ہے، اس میں سارے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو دوسری طرف یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے یہ بہترین اور موزوں شب ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اگر خود رمضان کے آخری دس راتوں میں قرب الٰہی کے حصول کے لئے بہت کوشش کرتے تھے تو اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

"**اذادخل العشر من رمضان احیا اللیل وایقظ اھلہ وجد وشد المئزر**" جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ مستعدی کے ساتھ بذات خود شب بیداری کرتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الآواخر من شہر رمضان)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"**کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ**" اللہ کے رسول ﷺ جتنا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کرتے تھے اتنا زیادہ کسی اور میں نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان)

یہی صرف نہیں بلکہ آپ نے اپنی امت کو اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:
"من قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه" جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ سے اجر کی امید پر شب قدر میں عبادت کی اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔(بخاری مع الفتح ۴/۲۰۰)

ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کی تلاش اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دعائیں بھی کرنی چاہئے کیونکہ وہ رات سراپا رحمت ومغفرت والی ہے اللہ کے رسول ﷺ بذات خود اس فعل کو انجام دیتے تھے اور امت کو بھی کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ:

''میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں شب قدر پالوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا یہ دعا کرو:" اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني "اے اللہ تو بخشنے والا ہے اور بخشش کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے بخش دے۔(سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء باب العفو والعافیۃ ۲/۱۲۶۴)

اس کے علاوہ اور بھی ماثور دعائیں ہیں جن کا رمضان کے آخری عشرہ میں پڑھنا باعث ثواب وبرکت ہے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

ماہ رمضان اور اعتکاف:

ماہ رمضان کے آخری عشرہ سے تعلق رکھتا ہوا ایک اہم عبادت ''اعتکاف'' بھی ہے جس کا معنی ''اللہ کی عبادت کے لئے اس کا تقرب حاصل کرتے ہوئے مسجد کو لازم پکڑنا اور یکسوئی کے ساتھ جم کر بیٹھے رہنے کے ہیں، اعتکاف کی مشروعیت پر تمام علماء امت کا اجماع ہے کیونکہ وہ کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷) اور عورتوں سے اس وقت تک مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں:

"ان النبي كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجه من بعده" رمضان کے آخری عشرہ میں اپنی وفات تک اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔(صحیح بخاری مع الفتح ۴/۳۱۸ کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)

اور آپ اعتکاف شب قدر کی تلاش میں کیا کرتے تھے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے'' رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے اور فرماتے تھے شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (صحیح بخاری حدیث ۲۰۲۰)

ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں:

ماہ رمضان ''شہر مبارک'' ہے، اس میں رحمت اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اس میں ہر رات ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے اے نیکیوں کے متلاشی آگے بڑھ اور اے

برائیوں کے چاہنے والے رک جا اور باز آجا چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں'' اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

اور حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو رسول ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس رمضان آگیا یہ ''ایک مبارک مہینہ ہے'' اللہ نے اس کے روزے تمہارے اوپر فرض کئے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اس میں سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کے خیر سے محروم کردیا گیا وہ سب سے بڑا محروم ہے۔ (مشکاۃ ۶۱۲/۱، وقال الالبانی وھو حدیث جید لشواہدہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ایک حدیث میں ہے:

''اور ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارتا ہے اے خیر کے متلاشی آگے بڑھ اور اے شر کے متلاشی رک جا، اور اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ہر رات جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ، قال الالبانی فی حاشیۃ المشکاۃ لہ شواہد فی المسند بتقویٰ بہ)

ماہ رمضان اور عمرہ:

ماہِ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے اس سے بھی ماہ رمضان کی عظمت ثابت ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مطلقاً ثواب ایک حج کے برابر ہے یا نبی کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، اس سلسلہ میں دونوں قسم کی روایتیں ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے "عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ" یعنی رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے "عمرۃ فی رمضان حجۃ" رمضان میں عمرہ حج ہے، اور ایک روایت میں ہے" عمرۃ فی رمضان کحجۃ معی" رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔ (صحیح البخاری مع الفتح ۳۰۳/۴، ۶۰۵)

اور قاعدہ ہے کہ عموم کو خصوص پر محمول کریں گے اس واسطے راجح یہ ہے کہ رمضان میں عمرہ کا ثواب نبی کے ساتھ حج کے برابر ہوگا۔ (فتاویٰ رمضان ص ۱۶۷، دکتور فضل الرحمٰن مدنی)

غرض کہ ماہ رمضان اپنے تمام تر گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے بہت ہی اہمیت وفضیلت کا حامل ہے لیکن افسوس! اتنی فضیلتوں کے باوجود آج امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ ماہ رمضان میں ان امور سے پہلوتہی اختیار کرتا نظر آرہا ہے جو ان کے لئے بہت ہی گھاٹے کا سودا ہے لہٰذا ہمیں اس ماہ کی عظمت وفضیلت کو پیش نظر رکھتے ہوئے روزہ رکھنے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ سنن ومستحبات کی ادائیگی کرنی چاہئے اور دنیا وآخرت ہر دو جگہ کامیابی وکامرانی کے لئے دعائیں کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان مردوں وعورتوں کو ماہ رمضان کی عظمت کو سمجھنے اور اس کے اندر پائے جانے والے امور کی ادائیگی کتاب وسنت کی روشنی میں کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

اسرار و حکم

فلسفۂ صیام

علماء اور دانشوران کی نگاہ میں

● عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

انسانی جسم میں روح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، روح انسانی جسم کی مرکزیت کو برقرار رکھنے میں بڑا اہم رول ادا کرتا ہے، روح کی گرفت جسم پر جتنی مضبوط ہوتی ہے اتنا ہی جسم توانا وتندرست اور صالح ہوتا ہے اور جوں جوں روح کی گرفت جسم پر کمزور پڑتی جاتی ہے اور اس کے اثرات کم ہونے لگتے ہیں تو اس پر انسانی خواہش، لذت نفس اور تلذذ پسندی کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اسے حیوانوں اور جانوروں کی طرح کھانے پینے اور خواہشات نفس کو پورا کرنے کا جنون ہوتا ہے۔

دین اسلام نے جہاں جسم انسانی کی تندرستی وتوانائی اور حفظانِ صحت کی رعایت اور اس میں توازن اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے مختلف قسم کی ہدایات دی ہیں وہیں پر اس کی روحانی پاکیزگی طہارت وتازگی اور صفائی وستھرائی کے لئے انتہائی حکیمانہ تعلیمات بھی عطا کئے ہیں، تزکیہ نفس اور اس کے مختلف طریقے طہارت قلب اور اس میں بنیادی وکلیدی رول ادا کرنے والے اعمال صالحہ سب کے سب اسی کا حسین مظہر ہیں۔

اسلامی عبادات جہاں ایک طرف عبودیت الٰہی کا ذریعہ اور اللہ کی معرفت کا راستہ ہیں وہیں نفس انسانی کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی اور قلب ونظر کی صفائی اور جسم انسانی میں روحانیت اور خواہشات نفس سے دوری کا ملکہ پیدا کرنے کا ایک بہترین وسیلہ بھی ہیں، روزہ بھی ان عبادات میں روحانیت، طہارت قلب اور جسم انسانی میں امنڈتی ہوئی خواہشات کے سیلاب کو روکنے اور نفس انسانی کی پاکیزگی وبالیدگی میں کلیدی رول ادا کرنے والی ایک اہم ترین عبادت ہے جس کی بے شمار حکمتیں، مصلحتیں اور شرعی فلسفے اور مقاصد ہیں جنہیں علماء اور دانشوران نے اپنی کتابوں میں تحریر کئے ہیں۔

ذیل کے سطور میں روزہ کی انہیں حکمتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

روزہ اہل تقویٰ کی لگام مجاہدین کی ڈھال اور مقربین وابرار کی ریاضت ہے

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اسرار صیام اور اس کی حکمتوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہوسکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو اور اس ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کرسکے اور حیات ابدی کے حصول کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ کرسکے، بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی

تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کر دے اور اعضاء و جوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جس میں اس کی دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام، مجاہدین کی ڈھال اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے۔ (زاد المعاد: ۱/۱۵۲)

روزہ کے سات بنیادی مقاصد اور اہم ترین فلسفے

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ روزے کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

الف: روزے کے حکم سے یہ مقصود نہیں ہے کہ انسان کا فاقہ کرنا اور اپنے جسم کو تکلیف و مشقت میں ڈالنا کوئی ایسی بات ہے جس میں پاکی و نیکی ہے بلکہ تمام تر مقصود نفس انسانی کی اصلاح وتہذیب ہے۔ روزہ رکھنے سے تم میں پرہیزگاری کی قوت پیدا ہوگی اور نفسانی خواہشوں کو قابو میں رکھنے کا سبق سیکھ لوگے۔

ب: روزے کے لئے رمضان کا مہینہ اس لئے قرار پایا کہ اسی مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے اور اسکا روزے کے لئے مخصوص ہو جانا نزول قرآن کی یادآوری وتذکیر ہے۔

ج: دین حق میں اصل آسانی ہے نہ کہ سختی۔ پس یہ سمجھنا کہ اس طرح کی عبادتوں میں سختی وتنگی اختیار کرنا خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا صحیح نہیں ہوسکتا۔

د: اس طرح کی عبادتوں سے مقصود خود تمہارے نفس کی اصلاح وتربیت ہے، یہ بات نہیں ہے کہ جب تک فاقہ کشی کے چلے نہ کھینچے جائیں خدا کو پکارا نہیں جاسکتا جیسا کہ اہل مذاہب کا خیال تھا خدا تو ہر حال میں انسان کی پکار سننے والا اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے۔ ایمان واخلاص کے ساتھ جب کبھی اسے پکارو گے اس کا دروازہ رحمت تم پر کھل جائے گا۔

ہ: یہودیوں کے یہاں روزے کی شرطیں نہایت سخت تھیں ازاں جملہ یہ کہ اگر شام کو روزہ کھول کر سو جائیں تو پھر بیچ میں اٹھ کر کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے، اسی طرح روزے کے مہینے میں زنا شوئی کا علاقہ بھی مطلقاً ممنوع تھا، مسلمانوں کو جب روزے کا حکم ہوا اور انہوں نے خیال کیا ان کے لئے بھی یہ پابندیاں ضروری ہوں گی اور چوں کی پابندیاں سخت تھیں اس لئے بعض لوگ نبھانہ سکے اور اپنے فعل کو کمزوری سمجھ کر چھپانے لگے "**علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم**" میں اسی معاملہ کی طرف اشارہ ہے۔

روزے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ جسمانی خواہشات بالکل ترک کردی جائیں بلکہ مقصود ضبط واعتدال ہے پس کھانے پینے اور زنا شوئی کے معاملے کی جو کچھ ممانعت ہے صرف دن کے وقت ہے رات کے وقت کوئی روک نہیں۔

و: زنا شوئی کا تعلق کوئی برائی اور ناپاکی کی بات نہیں ہے جس کا عبادت کے مہینے میں کرنا جائز نہ ہو وہ مرد اور عورت کا ایک فطری تعلق ہے اور دونوں ایک دوسرے سے اپنے حوائج میں وابستہ ہیں بس ایک فطری علاقہ عبادت الٰہی کے منافی کیوں ہو؟

ز: مومن وہ ہے جس کے عمل میں کوئی کھوٹ اور راز نہ ہو اگر ایک بات بری نہیں ہے مگر تم نے اسے برا سمجھ لیا ہے اور اس لئے چوری چھپے کرنے لگے ہو تو تم نے اصلاً کوئی برائی نہیں کی مگر

تمہارے ضمیر کے لئے برائی ہوگئی اور تمہارے دل کی پاکی پر دھبہ لگ گیا ہے۔(ترجمان القرآن:۲/۱۳۹-۱۴۰)

روزہ روحانی وفطری بیماریوں کے لئے نسخۂ کیمیاء

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الطب النبوی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

روزہ قلبی، روحانی وجسمانی بیماریوں کے لئے ایک مضبوط ڈھال ہے اس کے فوائد بے شمار اور حفظان صحت، فضلات کے اخراج اور تکلیف دہ اشیاء کے استعمال سے نفس کو بچانے میں اس کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے۔ بالخصوص جب اسے طبعی طور پر بدن کی ضرورت کے لحاظ سے فضیلت والے اوقات میں اعتدال ومیانہ روی سے رکھا جائے ، اس کے بعد اس میں اعضاء انسانی اور قوائے جسمانی کو اس اعتبار سے راحت پہنچتی ہے جس سے اس کے قوی کی حفاظت ہوتی ہے، اور اس کی ایک بڑی خاصیت یہ ہے کہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں فرحت قلب کا باعث ہے اور یہ سرد وخشک دونوں مزاج والوں کے لئے بے حد مفید اور نفع بخش ہے چنانچہ حفظان صحت کے لئے اس کی تاثیر بڑی عظیم ہے۔

اور پھر آخر میں روز کے دو عظیم مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ روزہ کے دو مقاصد میں ایک مقصد حفاظت اور پرہیز ہے اور یہ بے حد نفع بخش علاج اور تدبیر ہے اور دوسرا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف دل ونگاہ کی توجہ کو لگانا اور اطاعت الٰہی اور اس کی محبتوں کے سلسلے میں انسانی نفس کو طاقت وقوت فراہم کرنا ہے۔(دیکھئے الطب النبوی ص ۲۵۸،حرف الصاد)

روزہ ایک طبی معجزہ

ترکی کے ایک انتہائی ماہر ڈاکٹر جناب ہلوک نور باقی نے طبی اعتبار سے روزے کے فوائد اور انسانی جسم اور صحت پر اس کے مفید اثرات بالخصوص نظام ہضم کی درستگی، خون میں کمی کی وجہ سے دل کی صحت مندی، خلیہ سیل کے درمیان اور اندرون دل سیال مادوں کے مابین توازن قائم کرنے اور خون کی صحت مند افزائش وغیرہ جیسے بہترین اور محسوس کردہ نتائج کو دیکھتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ روزہ ایک طبی معجزہ ہے لکھتے ہیں کہ ''ابھی کچھ عرصہ قبل تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ روزہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اس سے نظام ہضم کو آرام ملتا ہے، جیسے جیسے طبی علم نے ترقی کی اس حقیقت کا بتدریج علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ ہے''۔

(دیکھئے قرآنی آیات اور سائنسی حقائق رڈاکٹر ہلوک نور باقی مترجم سید محمد فیروز شاہ ص ۹۹)

روزہ جسمانی خرابیوں کا ایک کامل ومجرب علاج

مشہور ریسرچ اسکالر آئی آئی اے ابراہیم اور محسن فارانی رقمطراز ہیں:

اسلام کا تیسرا رکن روزہ دوسری خصوصیات کے ساتھ ساتھ نظام ہضم کو راحت بخشتا ہے اور آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ متعدد بیماریوں سے نجات پانے کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ جسمانی موٹاپا معدے کی خرابی، ذیابیطس اور دیگر جسمانی خرابیوں میں روزہ بہت ہی کارآمد ہے اسی لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے اور سال میں ایک مہینے یعنی رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔(اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات ص ۳۲۹)

روزہ انسانی دلوں میں نرمی اور رشتوں میں مضبوطی کا باعث

عالم عرب کی مایہ ناز علمی وفقہی شخصیت علامہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ روزہ کے اجتماعی فوائد میں سے یہ ہے کہ لوگ اس ماہ میں یہ احساس کرتے ہیں کہ وہ ایک امت ہیں ایک ہی وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں اس ماہ مبارک میں ثروت مندوں کے دلوں میں اللہ کی نعمتوں کا احساس اجاگر ہوتا ہے اور غربت زدہ لوگوں کے لئے دلوں میں نرمی اور کشادگی بیدار ہوتی ہے ، شیطانی وساوس کے راستے کم ہوجاتے ہیں اور اس ماہ میں اللہ کا تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ معاشرہ میں رہنے والے افراد کے مابین رشتوں کی مضبوطی اور تقویت کا باعث ہے۔ (فتاویٰ فی احکام الصیام ص ۴۷۹)

روزہ خواص وعوام پر ملکوتی برکتوں کے نزول کا ذریعہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے روزہ کے سلسلے میں اس کی اجتماعی حکمتوں اور مصلحتوں کا ذکر چھیڑتے ہوئے اسے عوام وخواص پر نزول برکات کا ذریعہ قرار دیا ہے لکھتے ہیں: مسلمانوں کے مختلف طبقوں اور مختلف جماعتوں کا ایک وقت میں ایک چیز پر اجماع اور اجتماع جس میں سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں روزہ کو ان کے لئے آسان بنادیتا ہے اور اس سے ان کی بہت ہمت افزائی ہوتی ہے، اسی طرح ان کی یہ اجتماعیت خواص وعوام دونوں کے لئے ملکوتی برکتوں کے نزول کا باعث ہے اس کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ ان کے کاملین وواصلین پر جو انوار نازل ہوں وہ ان سے نیچے والوں کو بھی فیضیاب کرتے جائیں اور ان کی دعائیں ان کے پیچھے والوں تک پہنچتی رہیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۴۷)

نیکیوں کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کی فصل بہار

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو نیکی اور خیر کے کاموں کو انجام دینے، اس میں سبقت کرنے اور ہمیشہ اس کی بہاروں سے قلب وروح کو تسکین پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے، ان نیکیوں میں روزہ ایک ایسی نیکی ہے جو کئی عبادات کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کی فصل بہار کہا جاسکتا ہے، ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: ان تمام چیزوں نے رمضان کو عبادت، ذکر، تلاوت، اور زہد وتقویٰ کا ایک ایسا عالمی موسم اور جشن عام کا زمانہ بنادیا جس میں مشرق ومغرب کے تمام مسلمان، عالم وجاہل، امیر وفقیر، کم ہمت اور عالی حوصلہ ہر قسم اور ہر گروہ کے لوگ ایک دوسرے کے شریک ورفیق اور ہمدم نظر آتے ہیں، یہ رمضان ایک ہی وقت میں ہر شہر ہر گاؤں اور ہر دیہات میں رہتا ہے، امیر کے محل اور غریب کی جھونپڑی دونوں میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ کوئی شخص خودسری اور خودرائی کرتا ہے، نہ روزے کے لئے دونوں کے انتخاب میں کوئی انتشار اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں عطا کی ہیں عالم سلام کے وسیع وعریض رقبہ میں ہر جگہ اس کے جمال کا مشاہدہ خود کرسکتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ پر نورانیت اور سکینت کا ایک وسیع شامیانہ سایہ فگن ہے۔

(ارکان اربعہ رسید علی میاں ندوی ص ۲۶۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے عظیم مقاصد اور اس کے روحانی اسرار کو سمجھنے اور برتنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتکاف، اہمیت اور اس کے چند مسائل

● اشفاق احمد سنابلی

رمضان المبارک اسلامی تقویم کا وہ مبارک مہینہ ہے جس کی آمد کا اہل ایمان شدت سے انتظار کرتے ہیں کیونکہ رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے سارے مسلمانوں کے لئے عبادت، تلاوت قرآن مجید ذکر واذکار، صدقہ وخیرات کرنے اور اپنے رب سے بخشش ومغفرت کا مہینہ ہے، یوں تو پورا ماہِ رمضان عبادت کا مہینہ ہے لیکن اس کا آخری عشرہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ نبی ﷺ دیگر ایام کی بنسبت اس آخری عشرہ میں کثرت سے عبادات ودیگر امور خیر انجام دیتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **"کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل العشر احیا اللیل وایقظ اھلہ وشد المئزر"** جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوجاتا تو رسول اللہ ﷺ شب بیداری شروع کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے اور (عبادت کے لئے) کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

رمضان کے اسی آخری عشرہ میں لیلۃ القدر بھی ہے جس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے، اس رات سے جو محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا اس رات کو تلاش کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ اعتکاف بھی فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف کثرت عبادت کی سب سے اعلیٰ ترین شکل ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ **"کان رسول اللہ یعتکف العشر الاواخر من رمضان."** (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اعتکاف دراصل اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل اللہ کی جانب جھک جائے، اللہ کا ذکر اس کی محبت اور اس کی جانب توجہ ہو، مخلوقات سے انسیت کے بجائے اللہ تعالیٰ سے انسیت پیدا ہو تاکہ قبروں میں وحشت کے دن جب کوئی ہمدرد وغمگسار نہ ہوگا اسے مکمل انسیت حاصل ہو۔ یہ اعتکاف کا سب سے بڑا مقصود ومطلوب ہے۔ (زادالمعاد اردو ترجمہ توشہ آخرت ۱/۴۲۶)

ہمیں چاہئے کہ رمضان المبارک کے کل ایام بالخصوص اس کے آخری عشرہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ اعتکاف کا بھی اہتمام کریں تاکہ اللہ پر ہمارا ایمان وتوکل مضبوط ہو اور اس کی رضا وخوشنودی حاصل ہو۔ زیرنظر تحریر میں چند باتیں اعتکاف سے متعلق سپرد قلم کی گئی ہیں۔ اللہ ہمیں رمضان المبارک کی قدر کرنے اور اس کے آخری عشرہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

اعتکاف کالغوی معنی:

لازم کرلینااوراپنےنفس کواس پرمقید کردینا۔

شرعی معنی:

اللہ کا تقرب حاصل کرنے ،اس کی عبادت،ذکر واذکار کرنے کی نیت سے مسجد میں ایک خاص مدت کے لئے قیام کرنا۔(فتح الباری رکتاب الاعتکاف:۴ر۳۴۴)

اعتکاف کاحکم:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف واجب نہیں ہے الا یہ کہ کوئی اس کی نذر مانے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ اعتکاف کے مسنون ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔(فتح الباری رکتاب الاعتکاف:۴ر۳۴۴)

اعتکاف کی قسمیں:

۱) واجب: مثلاً کوئی آدمی اعتکاف کی نذر مانے تو اسے اعتکاف کرنا ضروری ہے۔ نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہو اسے چاہئے کہ (اسے پورا کرتے ہوئے) اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری رکتاب الایمان والنذور ح:٦٦٩٦)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی آپ نے اس کے متعلق نبیﷺ سے دریافت کیا تو آپﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔(بخاری مع الفتح رکتاب الاعتکاف:ح۲۰۳۲)

۲) سنت: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا رسولﷺ کی سنت ہے۔ نبیﷺ ہمیشہ ہر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف کی مشروعیت:

بلاشبہ اعتکاف رسولﷺ کی ایک سنت ہے جس پر آپ نے ہمیشہ مواظبت برتی ہے۔اس کی مشروعیت پر بہت ساری حدیثیں دلالت کرتی ہیں ۔چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر جس سال آپ کا انتقال ہوا آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

(بخاری مع الفتح رکتاب الاعتکاف ح:۲۰۴۴)

اعتکاف کے شرائط:

۱) نیت: اعتکاف کرنے سے قبل نیت کرنا بہت ضروری ہے واضح رہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے بعض لوگوں نے اعتکاف کی نیت کرنے کے لئے یہ الفاظ ایجاد کرر کھے ہیں۔ "**نویت سنة الاعتكاف لله تعالىٰ**" ان الفاظ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

۲-مسجد: اعتکاف صرف مسجد میں ہی مشروع ہے۔﴿وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾(بقرہ:۱۸۷) اورعورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کے علاوہ جگہ میں اعتکاف درست ہوتا تو مباشرت کی تخصیص آیت کریمہ میں مسجد کے ساتھ نہ ہوتی کیونکہ بیوی سے صحبت اعتکاف کے منافی عمل ہے۔(فتح الباری ر۴ر۳۴۵)

رسولﷺ کے معمول سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ اعتکاف ہمیشہ مسجد ہی میں کیا کرتے تھے۔مردوں کی طرح

عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں اوران کا اعتکاف بھی مسجد ہی میں ہوگا ۔ رسول ﷺ کی ازواج مطہرات مسجد ہی میں اعتکاف کیا کرتی تھیں ۔ عورت کا اپنے گھر میں اعتکاف کرنا خلاف سنت ہے عورت اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا انتخاب کرے جہاں اس کے لئے مکمل پردے کا انتظام ہو، مردوزن کے اختلاط کا خطرہ نہ ہو۔ اگر مسجد میں ایسی جگہ نہ ملے تو اعتکاف نہ کرے کیونکہ اعتکاف مسنون تو ضرور ہے لیکن فرض نہیں ۔ کسی مسنون چیز کو اپنانے کے لئے بدعت کا ارتکاب درست نہیں ہے۔

۳) حدث اکبر: مثلاً حیض ونفاس اور جنابت وغیرہ سے پاک صاف ہو۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ بھی شرط ہے اس سلسلے میں تفصیلات درج ذیل ہیں:

مشہور سلفی عالم ابوالمعیب محمد علی خاصخیلی تحریر کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان اعتکاف کرے گا وہ لازماً روزہ سے ہوگا مگر غیر رمضان میں اگر کوئی اعتکاف کرنا چاہئے تو اس کے لئے روزہ شرط نہیں ۔ عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جس میں آپ نے ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی تو نبی ﷺ نے انہیں اعتکاف کرنے کی اجازت دے دی ۔ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اگر روزہ شرط ہوتا تو انہیں اعتکاف کے ساتھ ساتھ روزے کا بھی حکم دیتے ۔ (اعتکاف: احکام ومسائل ۔ص ۳۸)

علی بن طالب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معتکف پر روزہ ضروری نہیں الا یہ کہ وہ خود اپنے اوپر لازم کرلے ۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۶۶۱/۳)

رہی عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث "لا اعتکاف الا بصوم" (ابوداؤد) اعتکاف بغیر روزے کے درست نہیں ۔ تو اس روایت کے مرفوع ہونے میں شدید اختلاف ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب

اعتکاف کے ممنوعات:

۱) بلاضرورت مسجد سے باہر نکلنا خواہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو۔

۲) بیوی سے بوس وکنار اور جماع۔

۳) حیض ونفاس ، کیونکہ ایسی صورت میں طہارت وپاکیزگی نہیں رہتی۔

معتکف کے لئے مباح امور:

اعتکاف کرنے والا قضائے حاجت کے لئے باہر جاسکتا ہے، بدن کی صفائی وستھرائی بھی کرسکتا ہے اگر کوئی کھانا لانے والا نہیں ہے تو اپنے گھر سے کھانا بھی لاسکتا ہے ۔ معتکف اپنے لئے مسجد میں الگ سے خیمہ بھی لگاسکتا ہے تاکہ وہ سکون سے اللہ کی عبادت کرسکے۔

مشہور عالم دین حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ ۲۰/رمضان المبارک کو مغرب کی نماز سے پہلے مسجد میں آجائے ، رات مسجد میں گزارے اور فجر کی نماز پڑھ کر حجرۂ اعتکاف میں داخل ہوجائے ۔ اس طرح کرنے سے اس کا رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کے ساتھ گزرے گا ۔ (ابوداؤد تحقیق زبیر علی زئی ح: ۲۴۶۴)

اعتکاف کے ان مختصر بیان کے بعد یہ بات ذہن نشین رہے کہ اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے دیگر عبادات کی طرح اس میں بھی ریا نہیں ہونا چاہئے ۔ اپنی من مانی اور خلاف سنت امور سے احتراز کرنا چاہئے ۔ اللہ ہمیں سنت کے مطابق اعمال انجام دینے اور بدعت وخرافات سے بچائے ۔ آمین

☆☆☆

شب قدر......فضائل واحکام

● عبدالجبار انعام اللہ سلفی

ماہِ رمضان تو سراپا رحمتوں، مغفرتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے لیکن اس کا آخری عشرہ اپنے اعتبار سے کہیں اور ہی زیادہ جامع ہے، اور اپنے اندر تمام تر خوبیوں کو سموئے ہوئے ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو بڑی اہم ہے اور جسے لیلۃ القدر (شب قدر) کہا جاتا ہے، اس رات کی فضیلت واہمیت اور تعیین وغیرہ کی تفصیل سے قبل ''قدر'' کا معنی، وجہ تسمیہ واضح کردینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قدر کا معنی اور وجہ تسمیہ:

۱- قدر کے معنی قدر ومنزلت کے ہیں، اس رات کا نام یہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے اللہ کے یہاں اس کی بڑی قدر ومنزلت اور بڑا ثواب ہے۔

۲- قدر کے معنی اندازہ وفیصلہ کرنا ہے، اس رات سال بھر کے فیصلے کئے جاتے ہیں اسی لئے اسے لیلۃ القدر بھی کہتے ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے نیز اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ ہر چیز کو ہم نے ایک اندازہ سے پیدا کیا۔

۳- قدر کے معنی تنگی کے ہیں اس رات اتنی کثرت سے زمین پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے یعنی تنگی کی رات۔ (احسن البیان ص ۱۷۳۳)

لیلۃ القدر کی تعیین:

لیلۃ القدر کی تعیین کے بارے میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی تعداد تقریباً ۴۶ بتلائی ہے اور ان کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور آخر میں انہوں نے اپنا فاضلانہ فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے" وارجحها كلها انها فى وتر من العشر الاخير لانها تنتقل كما يفهم من احاديث الباب" یعنی ان سب میں ترجیح اس قول کو حاصل ہے کہ یہ مبارک رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔ (فتح الباری: ۳۳۵،۳۳۰/۴)

اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو سامنے رکھنے کے بعد یہی بات دل کو لگتی بھی ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری دس راتوں میں آتی ہے، چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ "ان رجالا من اصحاب النبی ﷺ اروا ليلة القدر فى المنام فى

السبع الاواخر فقال رسول اللهﷺ اری رؤیاکم قد تواطأت فی السبع الاواخر فمن کان متحریها فلیتحرها فی السبع الاواخر" نبیﷺ نے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی پھر رسولﷺ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں اس لئے جسے اس کی تلاش ہو وہ اسی ہفتہ کی آخری راتوں میں تلاش کرے۔ (صحیح بخاری کتاب لیلۃ القدر باب التماس لیلۃ القدر فی العشر الاواخر)

ایک دوسری روایت میں ہے آپﷺ نے فرمایا: "**انی اریت لیلۃ القدر ثم انسیتها او نسیتها فالتمسوها فی العشر الاواخر فی الوتر**" مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی لیکن بھلا دی گئی یا خود بھول گیا اس لئے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (صحیح بخاری کتاب لیلۃ القدر باب التماس لیلۃ القدر فی العشر الاواخر)

ایک اور روایت کے اندر آپﷺ نے فرمایا:

"**تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان**" شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔ (صحیح بخاری کتاب الاعتکاف باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر)

شب قدر کی فضیلت:

اس شب کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب اسی شب میں نازل ہوئی جو لوگوں کے لئے باعث ہدایت ورہنمائی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿**إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝**﴾ (سورۃ القدر)

ترجمہ: ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کی اذن سے ہر حکم کو لے کر اترتے ہیں سراپا سلامتی ہے وہ شب طلوع فجر تک۔

اور اسی شب کو دوسری جگہ "**لیلۃ مبارکۃ**" کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿**إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ**﴾ (سورہ دخان: ۲) یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔

نیز اگر ایک جانب اس رات میں فرشتوں اور روح الامین جبرئیل کا نزول ہوتا ہے، اس میں پورے سال میں ہونے واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے تو دوسری جانب اللہ کے رسولﷺ نے اس شب کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"**من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه**" جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ سے اجر کی امید پر شب قدر میں عبادت کی اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری: ۴/۳۰۰ کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر)

جس طرح بارش کا موسم کاشتکاری کے لئے بڑا سازگار ہوتا ہے اسی طرح قرب الٰہی کے حصول کے لئے لیلۃ القدر بہترین اور موزوں شب ہے اس لئے اللہ کے رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں میں قرب الٰہی کے حصول کے لئے بہت کوشش کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی تلقین کرتے تھے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ "**اذا دخل العشر احیا اللیل وایقظ اھلہ وجد وشد المئزر**" جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ مستعدی کے ساتھ بذات خود شب بیداری کرتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "**کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ**" اللہ کے رسول ﷺ جتنا رمضان کے آخری عشرہ میں کوشش کرتے تھے اتنا زیادہ کسی اور میں نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان)

رسول اللہ ﷺ کی امت ہونے کے ناطے ہمارے اوپر لازم آتا ہے کہ ہم بھی رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

نزول قرآنی سے مقصود: اس کا دو مقصود ہے۔

۱-نزول قرآن کا آغاز رمضان کے آخری عشرہ میں اسی قدر کی رات سے ہوا یعنی پہلے پہل اسی رات میں آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں جبرئیل سے قرآن کا ورد کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی آپ نے رمضان میں جبرئیل کے ساتھ دو مرتبہ ورد کیا، رمضان کی تین راتوں (۲۳، ۲۵، ۲۷) میں آپ نے صحابہ کو باجماعت قیام اللیل بھی کرایا جس کو اب تراویح بھی کہا جاتا ہے۔ (احسن البیان ص ۷۴)

۲-لوح محفوظ سے قرآن بیت العزت میں اسی رات میں اتارا گیا جو آسمان دنیا پر ہے پھر وہاں سے حسب ضرورت ومصلحت ۲۳ سالوں تک مختلف اوقات میں نبی پر اترتا رہا۔ اور یہ دونوں معنی مراد لینا درست ہے کوئی قباحت نہیں ہے۔

لیکن بعض مفسرین کا خیال یہ ہے کہ "**انا انزلناہ فی لیلۃ القدر**" سے مقصود پورے قرآن کا نزول ہے اسی لئے انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ بیس راتوں میں جبرئیل علیہ السلام کو دیا گیا اور انہوں نے بیس سال کے اندر آنحضرت پر نازل کیا لیکن یہ ایک قسم کی بھول ہے اور جہالت نیز عدم فہمی کی علامت ہے جیسا کہ قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں:

"**ومن جھالۃ المفسرین انھم قالوا ان السفرۃ القتہ الی جبرئیل فی عشرین لیلۃ والقاہ جبرئیل الی محمد علیھما السلام فی عشرین سنۃ وھذا باطل لیس بین جبرئیل وبین اللہ واسطۃ ولا بین جبرئیل ومحمد علیھما السلام واسطۃ**" اور یہ مفسرین کی جہالت ہے کہ وہ کہتے ہیں قرآن کریم کو بیس راتوں کے اندر اللہ نے جبرئیل کو دیا اور انہوں نے بیس سالوں کے اندر محمد پر

نازل کیا سوایسا کہنا بالکل باطل ہے نہ تو اللہ اور جبرئیل میں کوئی واسطہ ہے اور نہ جبرئیل اور آنحضرت میں کوئی واسطہ ہے۔(احکام القرآن:۳۱۷/۲)

یہاں پر دو باتیں اور قابل غور ہیں:

☆ پہلی بات تو یہ کہ اللہ نے سورہ قدر میں فرمایا کہ قرآن "لیلۃ القدر" میں اترا اور سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں فرمایا کہ رمضان مین اترا۔

چونکہ نزول قرآن کی ابتداء شب قدر میں ہوئی اسے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا اور وہ بیت العزت میں رکھ دیا گیا وہاں سے حسب حالات اترتا رہا اس لئے یہ کہنا کہ قرآن رمضان میں یا لیلۃ القدر میں یا لیلۃ مبارکۃ میں اترا سب صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو رمضان ہی میں اترا ہے۔اور لیلۃ القدر ولیلۃ مبارکۃ دونوں ایک ہی رات ہے جو رمضان میں آتی ہے۔(احسن البیان ص ۷۳)

☆ دوسری بات یہ کہ سورہ قدر میں اللہ نے فرمایا "من کل امر سلام" اور سورہ دخان میں فرمایا "فیھا یفرق من کل امر حکیم" جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "امر سلام" اور "امر حکیم" دونوں ایک ہی چیز ہے جس کی تنزیل وتقسیم لیلۃ القدر میں اللہ کے حکم سے کی گئی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خود "امر سلام" اور "امر حکیم" کیا چیز ہے۔ دوسری آیتوں نے اس کی بھی تفسیر کردی ہے:

﴿حم ٥ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ٥ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ٥﴾ (سورۃ دخان:۱-۳)

ترجمہ: یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں پھر کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی کی تا کہ وہ لوگوں کو ڈرائے۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "امر حکیم" اور "امر سلام" خود قرآن کریم ہے جو لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا ہے۔(مختصر ترجمان القرآن ۲۱۳/۶ از مولانا ابوالکلام آزادؒ)

شب قدر کی دعا:

رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سب قدر کی تلاش میں زیادہ سے زیادہ عبادت اور دعا کرنی چاہئے، اللہ کے رسول اللہ ﷺ بذات خود اس فعل کو انجام دیتے تھے اور اپنی امت کو کرنے کا حکم بھی دیا ہے، حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میں شب قدر پالوں تو کیا کروں آپ نے فرمایا: یہ دعا کرو:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ"

ترجمہ: اے اللہ! تو بخشنے والا ہے اور بخشش کو پسند کرتا ہے لہذا تو مجھے بخش دے۔(سنن ابن ماجہ/کتاب الدعاء باب العفو والعافیہ ۱۲۶۴/۲)

اللہ رب العزت ہمیں رمضان کی فضیلت کو سمجھنے اور اس میں خصوصا اس کے آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور دعائیں مانگنے کی توفیق دے۔آمین

☆☆☆

تحفۂ عید

صدقۂ فطر: احکام ومسائل

●ابویاسر سنابلی-نوی ممبئی

زکوٰۃ مذہب اسلام کا تیسرا رکن اور اہم ترین عبادت ہے، زکوٰۃ دینا مسلمانوں کی امتیازی شان ہے، زکوٰۃ ایمان کی کسوٹی اور اخلاص کی نشانی ہے، قرآن مجید جہاں زکوٰۃ دینے والوں کے لئے خیروبرکت کا وعدہ کرتا ہے وہیں غریبوں کی حق تلفی کرکے اپنی تجوری بھرنے والوں کے لئے سخت وعید کا اعلان بھی کرتا ہے، زکوٰۃ ان تمام مسلمانوں پر فرض ہے جو ایک متعین مال کے مالک ہوں جس کو نصاب کہا جاتا ہے نیز اس پر ایک سال بیت گیا ہو۔ اسلام میں فرض زکوٰۃ کے علاوہ عام نفلی صدقات بھی مستحب اور ہمہ وقت مشروع ہیں اور کتاب وسنت میں کثرت سے اس کی ترغیب ہے، زکوٰۃ ہی کی ایک قسم صدقۃ الفطر ہے جس کو زکوٰۃ الفطر بھی کہا جاتا ہے جو امت مسلمہ کے سبھی افراد پر فرض ہے۔ اسلام کی یہ بہترین خوبی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو تاکیداً یہ حکم دیتا ہے کہ صدقۃ الفطر نکال کر خود بھی تزکیہ حاصل کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خوشیوں کو دوبالا کردیں۔

صدقۃ الفطر اس صدقہ کا نام ہے جس کو مسلمان ماہِ رمضان کی تکمیل پر اور صوم جیسی عظیم عبادت کے خاتمہ پر نکالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَن تَزَکّٰی﴾ (الاعلیٰ:۱۴) یقیناً ان لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہوگئے۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ 'تَزَکّٰی' سے مراد صدقۃ الفطر نکالنا ہے۔

صدقۃ الفطر کی فرضیت:

تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد ہجرت نبوی کے اٹھارہویں مہینہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال صدقۂ فطر بھی فرض ہوا ہے۔ اس کی فرضیت پر علماء سلف کا اتفاق ہے، کئی حدیثوں سے اس کے فرض ہونے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین، وامر بھا ان تودی قبل خروج الناس" (صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب فرض زکوٰۃ الفطر) رسول اللہ ﷺ نے آزاد، غلام، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب پر صدقہ فطر کو واجب کیا ایک صاع کھجوروں سے یا ایک صاع جَو اور اس کے متعلق حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ صلاۃ عید سے قبل ادا کردیا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا صدقۂ فطر مسلمانوں کے سبھی افراد پر واجب ہے جیسا کہ فرض کا لفظ بتارہا ہے۔

صدقہ فطر کی مشروعیت کی حکمت:

صدقہ فطر کی ادائیگی کی حکمتیں درج ذیل ہیں:

۱) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری۔

۲) صوم اور دیگر عبادات کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری۔

۳) لغو اور گناہ کے کاموں سے روزے دار کی پاکی۔

۴) فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور عید کے دن ان کو ضروریات سے بے نیاز کرنا تا کہ وہ بھی سب کے ساتھ خوشی میں شریک ہوسکیں۔

صدقہ فطر کس پر فرض ہے؟

صدقہ فطر ہر قسم کے مسلمانوں پر فرض ہے، اس کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں البتہ تعمیل حکم کے تعلق سے استطاعت بنیادی شرط ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: "واذا امرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم" (بخاری رکتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ) جب بھی میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جس قدر تمہاری استطاعت ہو اس کی تعمیل کرو۔

صدقۃ الفطر ایک بدنی عبادت ہے، اور اس کا مقصد ہے کہ عید کے دن فقراء و مساکین کو دست سوال دراز کرنے سے بے نیاز کر دیا جائے (یاد رہے کہ غیر مسلم خادم یا غلام کی طرف سے صدقۃ الفطر نہیں ادا کیا جائیگا کیوں کہ روایت میں من المسلمین کا لفظ ہے، اگر بیوی بچوں میں سے کوئی گھر پر مقیم نہیں ہے بلکہ حالت سفر میں ہے تو اس کا بھی صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا ہاں اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نشوز کر کے ماں باپ کے گھر چلی جائے تو اس کا صدقۂ فطر خاوند پر فرض نہیں کیونکہ ایسی صورت میں بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں رہتا ہے)

[صدقہ فطر کے احکام و مسائل: مرتب: داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ]

> صدقۂ فطر فقراء و مساکین کا حق ہے ان تک فطرہ پہنچانا سب کی ذمہ داری ہے بہتر یہ ہے کہ اجتماعی طور پر صدقۃ الفطر جمع کیا جائے اور پہلے سے نادار محتاج لوگوں کی نشان دہی کر لیا جائے تا کہ ان تک آسانی سے ان کا حق پہنچایا جا سکے لیکن افسوس کہ اجتماعی نظام نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ فطر مستحقین تک نہیں پہنچ پاتا۔ ضرورت ہے کہ اجتماعی نظام قائم کیا جائے اس کے بہت سارے فوائد ہیں۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم:

رمضان کا آخری دن ختم ہوجائے اور شوال کے چاند کی رویت متحقق ہوجائے تو صلاۃ عید سے قبل تک کے وقفہ میں صدقۃ الفطر نکالنا ضروری ہے اور یہی افضل بھی ہے۔ عید سے ایک دو روز قبل بھی نکالنا جائز ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری میں موجود ہے:

کان یعطیها للذین یقبلونها وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین -یعنی عبداللہ بن عمرؓ صدقہ فطر سرکاری محصلوں کو دے دیتے تھے اور صحابہ کرامؓ صدقۂ فطر عید سے ایک یا

دو روز قبل دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ابواب صدقۃ الفطر حدیث نمبر: ۱۴۳۲)

البتہ اگر کوئی شخص صلاۃ عید کے بعد صدقۂ فطر ادا کرے تو یہ عام صدقات میں شمار ہوگا۔ (ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب زکوۃ الفطر: ۱۶۰۹)

صدقۃ الفطر کے اجناس اور اس کی مقدار:

صدقۂ فطر ابوسعید خدریؓ سے مروی حدیث میں مذکور اشیاء سے نکالنا چاہئے۔ **"کنا نخرج زکوٰۃ الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب"** (بخاری کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر صاع من طعام) ہم صدقہ فطر ایک صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے۔

صاع ایک پیمانہ ہے جدید وزن کے مطابق ایک صاع تقریباً ڈھائی کلوگرام کا ہوتا ہے۔ صدقۂ فطر میں وہی اجناس نکالنا چاہئے جو لوگوں کی عام غذا اور خوراک ہے ہر شہر اور علاقے کی خوراک کا اعتبار اسی شہر اور علاقے سے ہوگا۔

صدقۃ الفطر نقدی (قیمت) نکالنے کا حکم:

بہتر یہی ہے کہ جو اجناس حدیث میں مذکور ہیں انہی سے ادائیگی کی جائے اگر یہ نہ ہوں جو کچھ بھی بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے وہ صدقۂ فطر کے طور پر دیا جائے لیکن اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے قیمت دینا چاہئے تو اہل علم کا ایک طبقہ اس کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ حدیث میں صدقۂ فطر کا جو مقصد بیان ہوا ہے وہ فقراء و مساکین کی حاجت کو پورا کرنا ہے اور یہ قیمت سے بھی ممکن ہے اس لحاظ سے قیمت کی ادائیگی درست ہے۔ (فقہ الحدیث: ۲/۲۰۵) تاہم اس سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے امام مالک و شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اجناس کے عوض قیمت دینا درست نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صدقۂ فطر روزمرہ کے خوراک سے دیا جائے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۵/۳۶) یہی بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ عبادات توقیفی ہیں اس کے لئے نص صریح اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے صدقۂ فطر اجناس خوراک سے ہی نکالنا منصوص ہے قیمت کی ادائیگی درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شرعی دلیلوں کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ نہ تو آپ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ کے اصحاب سے کہ انہوں نے صدقۂ فطر میں قیمت نکالی ہو جب کہ نبی ﷺ کے صحابہ سنت کے سب سے زیادہ پیروکار تھے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا طریقہ:

صدقۂ فطر فقراء و مساکین کا حق ہے ان تک فطرہ پہنچانا سب کی ذمہ داری ہے بہتر یہ ہے کہ اجتماعی طور پر صدقۃ الفطر جمع کیا جائے اور پہلے سے نادار محتاج لوگوں کی نشان دہی کر لی جائے تاکہ ان تک آسانی سے ان کا حق پہنچایا جاسکے لیکن افسوس کہ اجتماعی نظام نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ فطر مستحقین تک نہیں پہنچ پاتا۔ ضرورت ہے کہ اجتماعی نظام قائم کیا جائے اس کے بہت سارے فوائد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت کے مطابق صدقۂ فطر ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

☆☆☆

احتساب

بخشش کا یہ موقع ہے

● ابوالکلام سلفی

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَـٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيماً حَكِيماً ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَـٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيماً﴾ (النساء:۱۷-۱۸)

اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا وحکمت والا ہے، ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مرجائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آتا ہے وہ عرض کرتا ہے جناب مہینوں سے بارش نہیں ہوئی ہے قحط کا خوف ہے۔ اللہ سے دعا کر دیجئے اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے، انسان وحیوان پانی کے بغیر مر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سب اللہ سے بخشش و مغفرت طلب کرو۔ دوسرا آدمی آتا ہے افلاس وتنگ دستی اور غربت کی شکایت کر کے اللہ سے دعا کی گزارش کرتا ہے آپ ان سے بھی فرماتے ہیں اللہ سے گناہوں کی معافی چاہو۔ ایک تیسرا شخص آکر اولاد نہ ہونے کی شکایت کرتا ہے۔ ایک اور شخص آتا ہے اور وہ اپنے باغ کے خشک ہونے کی شکایت کرتا ہے آپ نے ان سب سے فرمایا کہ تم اللہ سے مغفرت ومعافی چاہو۔ ایک شخص نے عرض کیا جناب آپ کے پاس ایک کے بعد ایک جو بھی اپنا مسئلہ لے کر آتا گیا ہر ایک سے آپ نے اللہ سے مغفرت ومعافی کی دوا تجدید فرمائی آخر یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: یہ میں نہیں ہم سب کے رب کا فرمان ہے: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَاراً، وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً﴾ (نوح:۱۲-۱۰) اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دیگا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

ماہ رمضان بلاشبہ ایک ایسا مہینہ ہے جو ہر مسلمان کو یہ خاص، منفرد اور حسین موقع عطا کرتا ہے کہ وہ اپنے رب سے دیگر ایام کے مقابلے زیادہ قریب ہونے کی سعی کرے اور اسے اپنے کئے پر ندامت کا پورا احساس ہو، اللہ سے اپنے تمام گناہوں کے

بخشوانے کی پوری تڑپ ہوتی ہے اور دوسری طرف اللہ اپنے بندوں کو معافی کا وعدہ و یقین دلا رہا ہوتا ہے، رب کی رحمت بندے کی مغفرت کے لئے بے چین ہوتی ہے، بھلا ایسے موقع کو ہم کیوں ضائع کریں، ہر وہ گناہ جو ہم سے دانستہ و نادانستہ ہوا، ہم جب کسی مسئلہ اور پریشانی سے دو چار ہوں علماء کی صراحت کے مطابق اس کی بنیادی دوا اور نسخہ اللہ سے مغفرت و معافی ہے اس لئے کہ قرآن میں متعدد جگہ یہ بات مذکور ہے کہ گزشتہ اقوام یا کوئی فرد و قوم کل یا آج ہلاکت و بربادی سے دو چار ہوئی تو یہ اس کے اپنے گناہ کے سبب ہوا، ہم بھی طرح طرح کی مصیبت انگیز کرتے ہیں تو اپنے برے اعمال کے سبب کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ بلاشبہ گناہوں سے معافی، اللہ سے مغفرت کی دعا ہر مرض کی دوا ہے "دوا ہر مرض کی استغفر اللہ" رمضان کو اس خاص دعا اور وظیفہ کے لئے خاص کر لیجئے۔ اللہ سے خوب مغفرت کی دعا کیجئے ان شاء اللہ یہ ہر مسئلے کا حل اور پریشانی کا ازالہ بنے گی۔ تاہم توبہ و مغفرت اور معافی کے تعلق سے ان بنیادی شروط کو بھی سامنے رکھنا لازمی ہوگا جو کتاب و سنت کے صریح نصوص کے مطابق علماء نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آدمی کی غلطی اور خطا اللہ کی ذات کے تعلق سے ہو تو اس کے لئے تین بنیادی شرائط ہیں۔ (۱) وہ گناہوں سے بالکل باز آنے کی پکی نیت کرلے (۲) جو گناہ کیا اس پر سچے دل سے نادم ہو (۳) یہ محکم ارادہ کرے کہ وہ پھر دوبارہ گناہ نہیں کرے گا۔ ان میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو وہ توبہ صحیح نہیں ہوگی اور اللہ اسے معاف نہیں کریگا۔ اگر بندے اور بندے کے بیچ کا معاملہ ہو تو اس کے لئے ایک اور شرط ہے کہ وہ معافی چاہنے والا اس متعلق فرد سے معافی چاہ لے یا اس کا کوئی حق تلف کیا ہے تو اسے واپس کردے یا پھر اس تعلق سے معافی مانگ لے اگر وہ معاف کردیگا تو بلاشبہ اللہ کے یہاں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

معلوم ہوا کہ دانستہ گناہ کرتے رہنا، گناہ کی سزا کا علم ہوتے ہوئے بھی اس سے باز نہ آنا اور یہ سمجھنا کہ اللہ غفور رحیم ہے یا یہ کہ ابھی تو عمر ہے، وقت آئیگا تو دیکھا جائیگا، یا یہ کہ رمضان میں اللہ سے تو خوب مغفرت کی دعا کی، یا کسی خاص موقع پر دعا میں اللہ سے رو رو کر معافی چاہی پھر اس کے بعد معصیت کی راہ پر چل پڑے، گناہوں کا ارتکاب پھر کرنے لگے جیسا کہ رمضان اور بعد رمضان عوام الناس کی حالت ہوتی ہے، یہ تمام صورتیں مغفرت و بخشش کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اللہ بہر حال غفور رحیم اور انتہائی مہربان ہے مگر وہ سخت گرفت کرنے والا بھی ہے ذیل میں قرآن کے حوالے سے ان چند آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فی الواقع مغفرت کس کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ واقعۃً ایسے لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما کر انہیں دین و دنیا کی مصیبتوں سے نجات عطا فرما کر ان پر خاص رحم و کرم کرتا ہے قرآن کریم میں اللہ نے اس تعلق سے کئی ایک باتوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً سچے دل سے توبہ و استغفار کرنے والوں کی واقعۃً اللہ مغفرت فرماتا ہے اللہ نے فرمایا: "جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش اور (بہت) بڑا اجر ہے"۔ (فاطر:۷)

دین کی راہ میں مشقت برداشت کرنے والے عمل صالح کرنے والے، اعمال صالحہ پر تکالیف جھیلنے والوں کی بھی اللہ مغفرت فرماتا ہے: "سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی"۔ (ھود:۱۱) بالخصوص اپنے قرابت داروں کی

غلطیوں کو معاف کر دینے والوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے، حضرت ابو بکرؓ اپنے چند قریبی رشتہ داروں اور کچھ خاص لوگوں کی مدد کرتے تھے، واقعۂ افک میں ان کا کردار غلط رہا، اس کی سبب سے حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کی مدد نہ کرنے کی ٹھان لی۔ اللہ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''بلکہ معاف کر دینا اور درگذر کر لینا چاہئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے''۔ (النور:۲۲)

حق اور درست بات کرنے والوں کی بڑی کمی ہوتی ہے کہ اس سے آدمی کو کبھی بڑا خسارہ ہوتا ہے بظاہر سامنے والے کو اذیت ہوتی ہے، وہ عداوت مول لیتا ہے مگر اسلام میں ایسے لوگوں کا بڑا مقام ہے اس کے لئے مغفرت کا وعدہ ہے ظاہر ہے حق اور سچ بولنے والے اگر دنیا سے ناپید ہو جائیں تو یہ دنیا سراپا جہنم بن کر رہ جائے گی، اللہ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی''۔ (الاحزاب:۷۰-۷۱)

انسان لوگوں کے بیچ بہت سارے گناہ محض لوگوں کے ڈر کے سبب نہیں کر پاتا، تنہائی اور موقع مناسب ملنے پر وہ کر گزرتا ہے کہ اس راہ میں بظاہر اس وقت کچھ مزاحم نہیں ہوتا۔ اللہ نے فرمایا: ''بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے''۔ (الملک:۱۲) اللہ کی ذات سے نیک امید رکھنے والوں کی بھی مغفرت ہوتی ہے، اللہ نے فرمایا: ''تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے''۔ (الزمر:۵۳)

یاد رہے نیک امید کا مطلب نیک ہی ہے غلط اور بری امید کرنے والوں کی مغفرت نہیں ہو سکتی جیسا کہ عوام الناس مسلمان اپنے عمل وفکر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کے بندے ہیں۔ ہم تو انسان ہیں۔ غلطی کے پتلے ہیں۔ مگر وہ تو غفور رحیم ہے۔ ہم کلمہ پڑھنے والے ہیں آخر کار نجات تو ہماری طے ہے، اللہ بہر حال ہمیں معاف کر دیگا وغیرہ۔ بلاشبہ یہ سب خیالات وامید اسلام کی نگاہ میں غلط ہیں۔ اللہ ایسی غلط امیدوں سے محفوظ رکھے آمین۔

یہ طریقہ تو کسی اور کا ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں مسلمانوں کا نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر ان کی کئی ایک خامیوں سے بھی ہے، مثلاً یہ کہ ہم یہودی ہی اللہ کی مغفرت ورحمت کے مستحق ہیں، ہم ہی اللہ کے محبوب ہیں، اس لئے اے لوگو تم لوگ بھی یہودی بن جاؤ، ادھر نصرانی یہودی کو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں اللہ کی مغفرت ورحمت اور جنت کے اصل میں ہم ہی مستحق ہیں اس لئے لوگو تم نصرانیت کو اپناؤ۔ کبھی اللہ سے غلط امید رکھنے پر لوگ کہتے ہیں'' جیسا کہ قرآن میں ارشاد فرمایا'' یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔ (البقرہ:۸۰)

یہ سب ان کی امیدیں اور توقعات غلط تھیں رمضان کا مہینہ ہے اللہ سے توفیق مانگیں کہ وہ ایسی توبہ اور دعائے مغفرت کی توفیق عطا فرمائے جو اسلام کے عین مطابق ہو، یہ موقع ضائع نہ ہو۔

بخشش کا یہ موقع ہے حسیں بھی ہے بڑا بھی
ضائع نہ کرو اس کو ہرگز کبھی بھی

☆☆☆

پیغامات

پیامِ رمضان

●ابوحمدان محمد اشرف انور فیضی

اسلام کے ارکان خمسہ میں ایک اہم رکن ماہ رمضان کے روزے رکھنا ہے ماہ رمضان بڑا مبارک مقدس، معظم ومحترم مہینہ ہے ، ہر مسلمان اس کی رحمتوں وبرکتوں سے مالامال ہونے کے لیے ہمہ تن شوق منتظر رہتا ہے ۔ یقیناً خوش نصیب ہیں وہ مرد وخواتین جنھیں اس ماہ معظم کی سعادت نصیب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین رحمہم اللہ اس ماہ مقدس کو پانے کے لئے چھ ماہ دعائیں کرتے اور جب پاجاتے تو چھ ماہ اس ماہ میں کی گئی عبادتوں کی قبولیت کی دعائیں کرتے تھے، ویسے تو یہ مہینہ ہر سال آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اللہ کے نیک بندے اس مہینے کی قدر کرتے ہوئے نماز ،روزہ تلاوت قرآن، ادعیہ واذکار، توبہ واستغفار، صدقات وخیرات اور بہت سے اعمال خیر انجام دیتے ہیں اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے حصول میں اعمال صالحہ کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں، یقیناً یہ بڑے خوش نصیب لوگ ہیں لیکن جو لوگ اس ماہ مبارک کی ناقدری کرتے ہیں اور عام مہینوں کی طرح اسے لہو ولعب اور فضولیات میں گزار دیتے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار نہیں کرتے یہ لوگ اللہ کی رحمتوں وبرکتوں سے محروم ہیں اور یہ بڑے بدنصیب لوگ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: ’’انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِن **هٰذا الشهر قد حضركم و فيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها الا كل محروم** ‘‘ یہ مہینہ جو تم پر آیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو (قدر ومنزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص (اس کی سعادت حاصل کرنے سے) محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، نیز آپ نے فرمایا: لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بے نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔(ابن ماجہ)

اسی طرح وہ مشہور روایت جو کعب بن عجرۃ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: منبر لاؤ! ہم منبر لائے جب نبی کریم ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: ’’آمین‘‘ پھر جب دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: ’’آمین‘‘ پھر اسی طرح جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: ’’آمین‘‘ جب رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ان **جبريل عرض لي فقال بعد من ادرك رمضان فلم يغفر له، قلت آمين** ‘‘ جناب جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا :اس آدمی کے لئے

ہلاکت ہے جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی حاصل نہ کر سکا اس کے جواب میں میں نے آمین کہی پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جناب جبریلؑ نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کے لئے جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے میں نے اسکے جواب میں آمین کہی، پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جناب جبریلؑ نے کہا جس شخص نے اپنے ماں یا باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی اس کے لئے بھی ہلاکت ہو' میں نے اسکے جواب میں کہا: آمین (مستدرک حاکم)

تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے عاجزانہ ومخلصانہ گذارش ہے کہ مذکورہ حدیث کو سنجیدگی سے بار بار پڑھیں اور غور کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا شمار بھی انھیں بدنصیبوں میں ہو جائے (اعاذنا الله منهم) ہم تنہائی میں بیٹھ کر پوری متانت وسنجیدگی سے اپنے نفس سے یہ سوال کریں کہ ہمارا وجود کیوں کر ہوا، ہمیں اللہ نے کس مقصد کے لئے پیدا کیا' کیا ہم اپنے مقصد تخلیق میں کامیاب ہیں' ہماری زندگی کیسے گزر رہی ہے' ہم نے آخرت کے لیے کیا توشہ جمع کیا ہے' ہم نے اللہ کی رضا کے لئے کون سے اعمال کیے ہیں' مرنے کے بعد والی زندگی کے لیے ہماری فکر کتنی ہے' ہم اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کر رہے ہیں یا خواہشات نفسانی کے ہم پجاری ہیں، گناہوں سے ہمارا دامن کس قدر سیاہ ہو چکا ہے؟؟؟ ان سارے سوالات پر ابھارنے اور ہمارے مردہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے یہ ماہ مبارک آیا ہوا ہے، جو ہمیں پکار کر کہہ رہا ہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ﴾ (الحدید:۱۶) اے غافل انسان ہوش میں آ اور یاد رکھ! کہ ماہ رمضان میں ہماری یہ حاضری اللہ کی عظیم نعمت ہے' اللہ ہمیں بار بار دعوت فکر وعمل دیتا ہے، ایسے حسین لمحات سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور اسکے بیشمار فوائد اور اجر وثواب سے محروم نہیں ہونا چاہیے' ہمیں چاہیے کہ ہم اس مہینے کے تقدس وعظمت پر بار بار غور کریں کہ اللہ نے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں اس مہینے کو کن خصوصیات سے نوازا ہے، اور جبکہ میں اس مہینے کو عام مہینوں کی طرح عیش ومستی میں گزار دے رہا ہوں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ مہینہ بڑا محترم ومقدس ہے۔ ماہ رمضان کے درج ذیل فضائل وخصوصیات پر غور کریں:۔

☆ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا جو کائنات انسانی کیلئے ہدایت ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵)

☆ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، سرکش شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ)

☆ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کثرت سے بندوں کو جہنم سے آزادی نصیب کرتا ہے۔ (ترمذی)

☆ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں عمرہ کی ادئیگی کا ثواب حج کے برابر ہے۔ (بخاری، مسلم)

☆ ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے جس کے روزوں کے اہتمام پر اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ روزہ داروں کے اجر وثواب اور بلند مقام کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ صرف میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور روزہ ایک ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ شور وغل کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے یہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے ، روزے دار کے لئے دو خوشی کے (موقعے) ہیں جن میں وہ خوش ہوتا ہے، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اپنے روزہ کھولنے سے خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملے گا تو (اسکی جزا دیکھ کر) اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

لمحۂ فکریہ :

اتنے سارے فضائل وخصوصیات کے باوجود آج ہم میں سے اکثر لوگ اس کی رحمتوں و برکتوں سے محروم ہیں ، روزوں کے حقیقی مقصد سے ہم غافل ہیں' ماہ رمضان کو ہم اچھے پکوان کی تیاری اور عمدہ لباس کے انتظام وانصرام میں گزار دیتے ہیں خواتین کا معاملہ تو اوار زیادہ قابل رحم ہے' بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو تجارت ومعیشت اور کاروبار میں پڑ کر دن کا اکثر حصہ آرام واستراحت میں صرف کر دیتے ہیں ۔اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔آمین

نوجوانوں سے خصوصی گزارش:

جوانی ہماری زندگی کا سب سے قیمتی دور ہوتا ہے' عہد شباب میں کی گئی عبادات اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ایسے نوجوان کو جس نے اپنی جوانی کو رب کی عبادت میں گزاری ہو' اسے اللہ عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جہاں اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔اور جوانی کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی کے بارے میں اللہ جہاں سوال کرے گا وہیں خصوصی طور پر جوانی کے بارے میں سوال کرے گا کہ اپنی جوانی کہاں گزاری؟ لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ فحاشی وعیاشی میں یہی طبقہ زیادہ ملوث نظر آتا ہے، آج مسلم نوجوان مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے شکار ہیں' اسلامی تعلیمات سے بالکل بیزار اور کوسوں دور ہیں' اپنی زندگی کے قیمتی لمحات لہو ولعب' شیطانی کاموں اور رب کی معصیت ونافرمانی میں ضائع کر دیتے ہیں ، آج نوجوانوں کو تباہی و بربادی کی طرف لے جانے میں دور حاضر کی جدید اختراعات وایجادات کا بڑا نمایاں کردار ہے، آج والدین پر بیحد ضروری ہے کہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر کریں اور انھیں پاکیزہ ماحول فراہم کریں تاکہ فحاشی وبے حیائی کے بڑھتے ہوئے اس گندے ماحول میں نسل جدید کی حفاظت کی جاسکے۔

اور نوجوانان اسلام سے دردمندانہ گزارش ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ رب العالمین کی طرف خصوصی طور پر تائب ہوں' اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہوکر بارگاہ الٰہی میں خالص سچی توبہ کریں، تنہائی میں اپنے گناہوں کا احساس کرکے اللہ کی بارگاہ میں آنسو بہائیں۔

یقیناً آپ کی زندگی میں گناہوں کی کثرت ہوسکتی ہے مگر اللہ کی رحمت اس کے مقابلے میں بہت وسیع ہے بشرطیکہ آپ اپنے

اندر احساس پیدا کر کے شرم و ندامت کے ساتھ اللہ کے حضور تائب ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرلیں، اللہ تعالیٰ ایسے ہی بندوں سے مخاطب ہے فرمایا: **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** (الزمر:۵۳)

ماہ رمضان کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ اپنے تمام گناہوں سے پاک ہوجائیں' ماہ مبارک میں پنجوقتہ نمازوں کا باجماعت اہتمام کریں، صف اول میں کھڑے ہونے کا شوق پیدا کریں، سنن ونوافل کا اہتمام کریں' ذکر واذکار اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام کریں اگر قرآن پڑھنا جانتے ہیں تو بکثرت اس کی تلاوت کریں کیونکہ اس ماہ مبارک سے قرآن کی خصوصی مناسبت ہے، اور اگر قرآن پڑھنے سے عاجز ہیں تو ماہ مبارک میں سیکھنے کا عزم بالجزم کرلیں' یہ کتاب نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی آسان ہے' تمام اعمال خیر میں حصہ لیں۔ اچھے اور نیک دوستوں کی صحبت اختیار کریں اپنے روزوں کی حفاظت کریں، روزوں کے منافی جو بھی امور ہیں ان سے اجتناب کریں یہی پیام ہے ماہ مبارک کا ہر بندے کے نام۔

آیئے ہم عہد کریں کہ ماہ رمضان کے ایک ایک لمحے کی خوب قدر کریں گے' اور اس کے شب و روز عبادت و ریاضت اور اعمال خیر کی ادائیگی میں گزاریں گے، اور ماہ رمضان کی رحمتوں و برکتوں سے مالا مال ہو کر خوش نصیب بندوں میں شمار ہوں گے اللہ ہمیں کار خیر کی توفیق دے (آمین)

☆☆☆

سعادت دارین کی اساس

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی کا مدار دو چیزوں پر ہے:

(۱) اعتصام باللہ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ﴾ (الحج:۷۸) اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑلو وہی تمہارا کارساز ہے۔

(۲) ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا﴾ (آل عمران:۱۰۳) اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو۔

ان دونوں کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اعتصام بحبل اللہ گمراہی اور ضلالت سے بچاتا ہے اور اعتصام باللہ ہلاکت وتباہی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ جس طرح عام مسافر صحیح راستہ کی واقفیت اور راستہ کے خطرات سے حفاظت کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح راہِ حق کا مسافر بھی سیدھی راہ کی ہدایت اور سلامتی کا حاجت مند ہے۔ راہنما کا وجود بے راہ روی اور بھٹکنے سے بچالیتا ہے۔ وقت۔ اسلحہ اور حفاظتی ساز وسامان راستہ کے ڈاکوؤں اور چوروں کے نرغہ میں پھنسنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح راہِ حق کا مسافر بھی سیدھی راہ کی طرف ہدایت اور ضلالت سے سلامت و محفوظ رہنے کا حاجت مند ہے۔

"اعتصام بحبل اللہ" ہدایت کا سبب بنتا ہے اور اعتصام باللہ مادی قوت اور اسلحہ کا سبب ہے جس کے ذریعہ انسان راہ حق کی آفات سے بچ جاتا ہے۔

[ماخوذ از: تفسیری نکات وافادات رمولانا عبدالغفار حسن ص ۲۷۷]

گوشۂ خواتین

گھر سے باہر نکلنے کے آداب وشرائط

● ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون عالم عرب وعجم کی معروف شخصیت، جماعت اہل حدیث کے مشہور ادیب وقلمکار اور جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق صدر استاد الاساتذہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری ررحمہ اللہ کی کتاب ''خاتون اسلام'' سے ماخوذ ہے، قارئین کرام بالخصوص خواتین اسلام کے استفادہ کے لئے اسے الجماعۃ کے شمارہ ھذا میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مرحوم کے لئے اسے نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ (ادارہ)

اسلام نے عورت کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کی ہے، اسی طرح گھر کے اندر اس کی طرزِ رہائش، لباس، بات چیت اور نقل وحرکت کی ضابطہ بندی کی ہے، نیز مردوں سے متعلق امور میں ان کی علیحدہ رہنمائی کی ہے۔ ان احکام وآداب سے دین فطرت کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں اخلاقی بلندی اور عفت وپاکیزگی کا دور دورہ ہو، اور اس کے افراد بدکاری و بے حیائی سے محفوظ رہیں۔

لیکن ہر دور میں انسانوں کا ایک ایسا طبقہ نظر آتا ہے جو اسلام کے اخلاقی اصول وضوابط اور عورتوں سے متعلق آداب واحکام پر معترض رہتا ہے اور انہیں انسان کی شخصی آزادی نیز ملکی وقومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتا ہے۔ مذکورہ طبقہ کے بعض افراد کا جذبہ وجوش اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ اسلام کے اخلاقی ضوابط وتعلیمات کے خلاف باقاعدہ مہم کا آغاز کردیتے ہیں، اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اخلاقی وسماجی مسائل کے سب سے بڑے رمز شناس وہی ہیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی توضیح اور مذکورہ نوعیت کے معترضین کی تردید کے موضوع پر علماء ومحققین اسلام نے بہت زیادہ لکھا ہے اور ہر پہلو کی کماحقہ تنقیح کی ہے، اردو زبان میں بھی جس کا علاقہ ایک عرصہ تک مغرب کی بے لگام مادّی تہذیب کی آماجگاہ رہ چکا ہے، مذکورہ موضوع پر تسلی بخش لٹریچر موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت مغرب ومشرق دونوں حصوں کے معاشرہ میں ایسے واقعات وحقائق کی فراوانی ہے جن سے اسلام کے اخلاقی احکام وضوابط کی پوری تائید ہوتی ہے، اور صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر میں ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے ہم اس موقع پر اس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے ان آداب وشرائط کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں اسلام نے عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے ضروری قرار دیا ہے۔

۱- بغیر ضرورت نکلنا منع ہے:

بہت سی عورتیں گھروں سے کسی ضرورت کے بغیر محض اپنے حسن وجمال یا نوع بنوع لباس کی نمائش کے لئے نکلتی ہیں،

اسلام اس طرح باہر نکلنے کا مخالف ہے، اس کی تعلیم ہے کہ جب عورت کو کوئی ضرورت درپیش ہو تو وہ باہر نکلے اور اس کی تکمیل کے بعد واپس آجائے، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس عنوان کا مستقل باب قائم کیا ہے جس کے ضمن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت سودہؓ رات کے وقت باہر نکلیں حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر کہا: سودہ! آپ ہم سے مخفی نہیں، حضرت سودہؓ نے واپس جا کر نبی ﷺ سے حضرت عمرؓ کی بات کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے لئے تم لوگوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے۔ (فتح الباری ۹/۳۳۷)

اس حدیث کی شرح میں علماء نے وضاحت کی ہے کہ میکے میں ماں، باپ اور دیگر رشتہ داروں سے ملنے اور اسی طرح دوسری ضرورتوں کے لئے عورت باہر نکل سکتی ہیں۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے جاتی تھیں، شادی کی تقریب اور عیدگاہ میں ان کی حاضری کا بھی ذکر موجود ہے۔ (فتح الباری ۲/۳۴۹، ۴۶۳)

بعض احادیث میں غزوات میں ان کی شرکت، زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ (مسلم: ۳/۱۴۴۳)

لیکن ان تمام صورتوں میں شرط یہی ہے کہ وہ اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ باہر نکلیں، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اسی لئے وضاحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ عورت سخت ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۶۸۶)

۲-شوہر کی اجازت ضروری ہے:

عورت کے باہر نکلنے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا شوہر اس کی اجازت دیدے، اگر اس کی اجازت نہ دے تو پھر عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں، امام بیہقی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (البیہقی ۷/۲۹۲)

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو۔ (فتح الباری ۹/۳۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے نکلنے میں بھی عورت کو شوہر سے پوچھنا چاہئے، لہٰذا دوسرے کاموں کے لئے پوچھنا اور زیادہ ضروری ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے گی تو اللہ اور رسول کی نافرمان تصور کی جائے گی اور سزا کی مستحق ہوگی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۲۸۱)

۳-پردہ ضروری ہے:

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں امہات المومنین کو اور آیت نمبر ۵۹ میں امہات المومنین کے ساتھ نبی ﷺ کی لڑکیوں اور تمام مسلمان عورتوں کو اس طرح پردہ کے ساتھ باہر نکلنے کا حکم ہے کہ وہ پہچانی نہ جاسکیں۔ امام طبریؒ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ چہرہ اور سر وغیرہ کو چھپا کر نکلیں اور پیر کو زمین پر اس طرح نہ پٹکیں کہ زیور کی آواز سے مرد متوجہ ہوں۔

عورت کے باہر نکلنے کی صورت میں چہرہ چھپانے یا کھولنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، کچھ لوگ عورت کو چہرہ اور

دونوں ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں عورتوں کو چادر ڈالنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ بھی ضروری ہے، اسی طرح متعدد احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں چہرہ کا پردہ بھی کرتی تھیں، پھر جو لوگ چہرہ اور ہتھیلی کے پردہ کے قائل نہیں ہیں وہ بھی فتنہ سے بچنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ عورتیں چہرہ کا بھی پردہ کریں گی خصوصاً جبکہ چہرہ یا ہتھیلی پر کسی طرح کی زینت موجود ہو۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عورت کو احرام کی حالت میں نقاب اور دستانہ پہننے سے منع کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ اور ہاتھ کے پردہ کے لئے مذکورہ دونوں چیزیں استعمال کرتی تھیں۔ (تفسیر سورہ نور ص ۹۷)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فقہاء نے آزاد عورت کے پردہ سے چہرہ اور ہتھیلی کا جو استثناء کیا ہے اس کا تعلق نماز سے ہے، یعنی نماز کی حالت میں اس کا چہرہ اور ہتھیلی کھلی رہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ چہرہ اور ہتھیلی کھول کر باہر غیر محرموں کے سامنے جائے۔ (اعلام الموقعین ۲/۶۱)

موصوف نے پردہ کی پابندی کرانے کے سلسلہ میں ایک مقام پر یہ وضاحت کی ہے کہ گھر کے ذمہ دار شخص یعنی باپ، شوہر اور بھائی وغیرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ماتحت عورتوں کو بن سنور کر باہر نکلنے، باریک وشفاف لباس پہننے اور راستہ میں مردوں سے بات کرنے سے روکے، اگر کوئی عورت بن سنور کر اکثر باہر جاتی ہو تو اسے زبردستی منع کرے، نہ مانے تو گھر کے اندر محبوس کردے۔ (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیہ ص ۲۸۰)

۴- خوشبو سے پرہیز:

عورت کو باہر نکلنا ہو تو ہرگز خوشبو نہ استعمال کرے، اس سے مردوں کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، اسی لئے متعدد حدیثوں میں اس سے سختی سے روکا گیا ہے، ایک حدیث میں ایسا کرنے والی عورت کو زناکار کہا گیا ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ جو عورت خوشبو استعمال کرے اسے مسجد میں عشاء کی نماز میں نہ آنا چاہئے۔ (صحیح مسلم ۱/۳۲۸)

۵- زینت کا ظہار نہ ہو:

اسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ باہر نکلیں تو آواز کے ذریعہ زینت وآراستگی کا اظہار نہ کریں، یعنی پیر اس طرح نہ پٹکتے ہوئے چلیں کہ زیور کی آواز سے لوگ فتنہ میں پڑیں، سید قطبؒ نے سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس حکم کی اہمیت وافادیت سمجھنے کے لئے نفس انسانی کی گہری معرفت کی ضرورت ہے، شہوت انگیزی میں آواز اور خوشبو کا بڑا دخل ہے، بہت سے لوگ عورت کے جسم کو دیکھ کر اتنا متاثر نہیں ہوتے۔ جس قدر اثر ان پر اس کا لباس، آرائش اور زیور کو دیکھ کر اس کی خوشبو سونگھ کر اور زیور کی آواز سن کر ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے عورتوں کو خوشبو اور آرائش کے سلسلہ میں مذکورہ احتیاط کا پابند کیا ہے۔ (فی ظلال القرآن ۶/۹۷)

۶- مردوں کے ساتھ اختلاط کی ممانعت:

عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے اسلام نے عورتوں کو پابند کیا ہے کہ اگر وہ ضرورت سے باہر نکلیں تو مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچیں، اسلامی احکام وآداب کی رو سے یہ چیز بے حد ضروری اور اہم ہے، لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ آج مسلم

گھرانوں میں اس کا لحاظ بہت کم ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں گونا گوں بے حیائیوں کا رواج ہوتا جا رہا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے اختلاط کی برائیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہر برائی ومصیبت کی جڑ ہے، اسی سے عام عذاب نازل ہوتا ہے، نظام زندگی میں ہر خرابی پیدا ہوتی ہے، زنا اور فواحش کی کثرت ہوتی ہے، عمومی طور پر لوگ موت کا شکار ہوتے ہیں، بدکار عورتوں کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں جب بدکاری پھیل گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طاعون میں مبتلا کر دیا جس کے نتیجہ میں ایک دن ستر ہزار افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ (الطرق الحکمیۃ ص ۲۸۱)

عہدِ نبوی میں مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مخصوص تھا تا کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اسی طرح مسجد سے نکلنے کے بعد ان کو راستہ کے کنارے کنارے چلنے کا حکم تھا۔ (عون المعبود ۲/۱۳۰) بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بھی عورتوں کی کوشش ہوتی تھی کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور ان سے دور دور طواف کریں۔ (فتح الباری ۳/۴۸۰)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ستر پوشی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے اندر ایک دوسرے کو دیکھنے سے محبت اور تحریک پیدا ہوتی ہے، اور انسان جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے حرام کام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اس لئے شریعت نے ضرورت کے بغیر مرد وعورت کے اختلاط پر پابندی عائد کی ہے اور ایک دوسرے کو دیکھنے سے منع کیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۶۸۷)

۷- بغیر محرم کے سفر نہ کرے:

اسلامی شریعت نے عورت کو پابند کیا ہے کہ اگر اس کو کوئی سفر پیش آ جائے تو شوہر یا کسی محرم مرد کے بغیر تنہا سفر پر نہ نکلے، خواہ سفر کی غرض عبادت ہو یا کچھ اور، اس سلسلہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد حدیثیں وارد ہیں جن کی بناء پر علماء اسلام نے عورت کے بغیر محرم سفر کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ۲/۶۷۴، صحیح مسلم ۲/۹۷۵، موطا مالک ۲/۹۷۹)

اس شرط کے ضمن میں سفر حج کے لئے عورت کے نکلنے کا مسئلہ آتا ہے۔ متعدد صحیح اور واضح احادیث کی بنیاد پر علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ اگر عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے شوہر یا محرم نہیں تو وہ حج کے لئے نہ نکلے۔ دار قطنی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔ (نیل الاوطار ۵/۱۶)

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ غیر محرم مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو، البتہ اگر عورت کا کوئی محرم مرد ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں، یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے اور میں نے ایک غزوہ میں اپنا نام لکھا لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ جاؤ بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (فتح الباری ۹/۳۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد جیسی عظیم عبادت کو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

بعض علماء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے کوئی محرم نہیں تو اس پر حج واجب ہی نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۲/۲۰۶)

☆☆☆

گوشۂ اطفال

اولاد کی معاشرتی تربیت، ضرورت اور تقاضے

● حافظ صلاح الدین یوسف

اجتماعی اور معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب اور عظیم نفسیاتی اصولوں کا عادی بنایا جائے جن کی بنیاد پر وہ معاشرے کا ایک مثالی فرد بن سکے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس میں تقویٰ پیدا کیا جائے۔ تقویٰ کا مطلب ہے کہ بچہ اللہ کو خالق و مالک جانے، اس کا خوف اس کے دل میں ہو، اس کے عذاب سے ڈرے، اس سے معافی کی امید رکھے، علماء نے تقویٰ کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس جگہ نہ دیکھے جہاں سے اس نے اسے منع کیا ہے اور وہاں سے غائب نہ ہو جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ بعض علماء نے تقویٰ کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ اچھے اعمال کر کے اللہ کے عذاب سے بچنا اور ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا، اسی لئے قرآن کریم نے بہت سی آیات میں تقویٰ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے:

تقویٰ کے بعد اخوت کا نمبر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ حجرات میں فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:۴۹) بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"المسلم أخو المسلم"** مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث ۲۵۸۰)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه"** تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه، حدیث:۱۳)

یہ ہے اخوت۔ اس سے اسلامی معاشرے میں ایسی خوش گوار فضا قائم ہوتی ہے کہ غیر مسلم قومیں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں۔ مطلب یہ کہ اپنی اولاد میں اخوت کے جذبات پیدا کیے جائیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں میں قحط پڑا، انہی دنوں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلے کے اونٹ آئے۔ تاجروں نے اس غلے کو مہنگے داموں میں خریدنا چاہا، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غلے کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ایسی اخوت کے جذبات بچے میں پیدا کیے جائیں۔

☆ پیار محبت کا برتاؤ کیا جائے:

اسلامی معاشرے میں اخوت کے ساتھ رحم اور شفقت بھی اہم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**الراحمون یرحمهم الرحمٰن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**" رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس، حدیث: ۱۹۲۴)

☆ ایثار کا جذبہ پیدا کیا جائے:

رحم کے جذبے کے ساتھ بچوں میں ایثار کا جذبہ بھی پیدا کیا جائے، ایثار ایک بہت اعلیٰ خصلت ہے۔ ایثار اگر اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کی علامت ہے۔ ایثار کا مطلب ہے، دوسروں کے لئے قربانی دینا، اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا۔

☆ عفو ودرگزر کی عادت ڈالی جائے:

ایثار کے علاوہ بچوں میں عفو ودرگزر کا مادہ پیدا کیا جائے۔ یہ بھی ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے۔ کوئی ہم سے زیادتی کرے اور ہم اس سے درگزر کریں، اسے معاف کردیں، چاہے زیادتی کرنے والا ظالم اور سرکش ہی کیوں نہ ہو اور مظلوم بدلہ لینے پر قادر ہو۔ ایسا کرنا تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿**وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ**﴾ (البقرہ: ۲۳۷) اور تمہارا معاف کردینا تقویٰ کے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عفو ودرگزر کی فضیلت اور حکمت کو یوں بیان کیا ہے: ﴿**وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ**﴾ (حم السجدۃ: ۳۴) اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی، آپ نیکی سے بدی کو ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے، وہ ایسا ہوجائے گا جیسا کہ دلی دوست ہو۔ یعنی درگزر کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست بن جائے گا۔

☆ جرأت وبہادری کا جذبہ پیدا کیا جائے:

عفو ودرگذ کے بعد جرأت اور بہادری کے جذبات پیدا کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ یہ ایک عمدہ نفسیاتی قوت ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**ان من اعظم الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر**" (سنن ابی داؤد، الملاحم، باب الامر والنهی، حدیث ٤٣٤٤ وجامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء افضل الجهاد، حدیث: ۲۱۷۴) بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔

یعنی حق بات کہنے کی جرأت بچے میں پیدا کریں۔ وہ جہاں بھی ہو، جس حال میں بھی ہو، اس میں حق بات کہنے کا حوصلہ ہو۔

☆ حقوق کی پاسبانی کا جذبہ پیدا کیا جائے:

بچے کے سامنے دوسروں کے حقوق کی اہمیت وفضیلت واضح کی جائے تاکہ وہ دوسروں کے حقوق کو پہچانے اور ان کی پاسبانی کرے۔ بچے کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے ذمے دوسروں کے کیا حقوق ہیں، والدین کے حقوق کیا ہیں، رشتے داروں کے

حقوق کیا ہیں، پڑوسی کا حق کیا ہے، استاد کا حق کیا ہے، ساتھی کا حق کیا ہے اور بڑوں کے حقوق کیا ہیں؟ تاکہ وہ انہیں احسن طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کرے۔

☆حیا کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ کیا جائے:

حیا ایک اہم وصف ہے جسے بچوں میں پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے، یہ ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو برائیوں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے، ہر حق دار کو اس کا حق دینے پر مجبور کرتی ہے، اس لئے حیا ہر طرح سے خیر ہی خیر ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ماکان الفحش فی شئی الا شانه، وماکان الحیاء فی شیء الا زانه" (جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی الفحش، حدیث:۱۹۷۴) فحاشی اور بے حیائی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے مزین اور آراستہ کر دیتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الحیاء من الایمان" (صحیح البخاری، الادب، باب الحیاء، حدیث ۶۱۱۸، وصحیح مسلم، الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وافضلها وادناها۔حدیث:۳۵) حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان لکل دین خلقا، وخلق الاسلام الحیاء" (سنن ابن ماجہ، الزھد، باب الحیاء۔ حدیث ۴۱۸۱) ہر دین کی ایک عادت، ایک مزاج اور ایک خاص امتیاز ہوا کرتا ہے، اور اسلام کا خاص امتیاز حیا ہے۔

ملت اسلامیہ کے لئے کچھ کیجئے!

مذہب اسلام نے معاشرہ سے غربت کے خاتمہ کے لئے بہت سارے سنہرے اصول امت کو دیئے ہیں، جن کی بجا آوری ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبودی کا سبب ہے، اس کا ایک بنیادی حکم صلہ رحمی کا بھی ہے، جس کے معنی ہیں ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کرنا، کمزور وناتواں ومفلوک الحال افراد کی کفالت کا انتظام کرنا، یہ اسلام کی ایسی بہترین تعلیم ہے کہ سب مسلمان اس پر عمل کریں تو اس ایک عمل کی برکت سے معاشرہ سے گداگری کی لعنت ختم ہو سکتی ہے، یہ بڑا عظیم کام ہے، اس عمل سے اللہ رب العالمین کا خصوصی قرب حاصل ہوتا ہے، صلہ رحمی کرنے والے افراد کی زندگی فوائد سے لبریز ہوتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی روزی میں فراخی اور عمر میں اضافہ کیا جائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ مزید آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

ان روشن ہدایات کے باوجود آج مسلم معاشرہ میں صلہ رحمی ناپید ہے، الا من رحم ربی قطع رحمی کی شکلیں عام ہیں، غربت انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، محتاجوں اور یتیموں کا رب کریم کے سوا کوئی پرسان حال نہیں، ایک طرف مالدار طبقہ اپنی مال ودولت کے ذریعہ شان وشوکت کا مظاہرہ کرتا ہے تو دوسری طرف غریب غربت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے، جلسے جلوس ودیگر تقریبات اور شادی بیاہ کے موقع پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں، جب کہ غریب افراد اپنے بچوں کی تعلیمی فیس کا بھی انتظام نہیں کر پاتے الغرض یہ کہ آج امیر وغریب کے درمیان بہت بڑی خلیج ہے جس کو پاٹنا بیحد ضروری ہے، مالدار طبقہ کفایت شعاری سے کام لے کر رقم بچالے تو ملت کے بہت سارے معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

ابونبیلہ فیضی-واشی

مایوسی اور اس کا اسلامی حل

● عبیداللہ سلفی

اس دنیائے رنگ وبو میں جب انسان اپنی آنکھیں کھولتا اور سن شعور کو پہنچنے کے بعد عملی میدان میں قدم رکھتا ہے تو کامیابی وناکامی کے دو پہلو اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں یہ فطری چیز ہے کہ جب انسان کو اپنے مقاصد میں کامیابی ملتی ہے تو وہ خوشی ومسرت سے جھوم اٹھتا ہے اور بسا اوقات اپنی اس مسرت کے اظہار میں حد سے تجاوز کرنے لگتا ہے لیکن جب وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ونامراد ہوتا ہے تو اندر ہی اندر کڑھنے لگتا ہے، مضطرب وپریشان ہوجاتا ہے، اس اضطراب وبے چینی کا شکار سماج وسوسائٹی کا تقریباً ہر طبقہ نظر آتا ہے چاہے وہ تاجر ہو، کسان ہو، وکیل ہو، ڈاکٹر ہو یا انجینیئر ہو۔

حالیہ چند برسوں میں ہندوستان کے دیگر صوبوں میں عموماً عروس البلاد ممبئی اور مہاراشٹر میں خصوصاً ایسی خبریں اور واقعات کثرت سے پڑھنے، سننے اور مشاہدے میں آرہے ہیں کہ S.S.C. (دسویں) H.S.C (بارہویں) کے طالب علم یا طالبہ نے امتحان میں ناکامی کے بعد اپنے گھر کی چھت سے کود کر خودکشی کرلی، گلے میں پھندا ڈال کر اپنے آپ کو ہلاک کرلیا، ٹرین کی پٹریوں پر اپنے آپ کو ڈال کر موت کے منہ میں پہنچادیا، کسی دھاردار چیز سے اپنا گلا کاٹ لیا۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ مفکرین، مبصرین اور دانشوروں کی نظر میں اس کی سب سے بڑی وجہ دنیا میں بڑھتی ہوئی مادہ پرستی، خود غرضی اور ظلم وجور ہے جس نے پورے سماج ومعاشرے کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے ہر آدمی یہاں تک کہ اسکول وکالج میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اپنے آرام وآسائش اور کامیابی وکامرانی کے مختلف خواب دیکھتے رہتے ہیں اور جیسے ہی انہیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم نے اپنی کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کی اپنے مقصد کو پانے کے لئے دن رات محنت کی لیکن سوائے ناکامی کے کوئی چیز ہاتھ نہ آئی اپنی اس ناکامی کو وہ برداشت نہیں کرپاتا پھر وہ اپنی حیات مستعار کے لئے انتہائی خطرناک قدم اٹھانے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ایسے تمام مسائل کا حل اسلام میں کیا ہے؟ اسلام ایک عالمی اور لازوال مذہب ہے اس نے اپنے پیروکاروں کے لئے علم کے حصول کو واجب ولازم قرار دیا ہے، فرمان رسول ہے: "**طلب العلم فريضة على كل مسلم**" (ابن ماجہ) علم کی طلب ہر مسلمان پر ایک فریضہ ہے۔ ایک

کامیاب اور مہذب زندگی کے لئے علم بے حد ضروری ہے، علم سے انسانی ذہن کو جلا اور روشنی ملتی ہے، علم ہی سے انسان صحیح وغلط کی تمیز کرتا ہے، علم وہ گوہر نایاب ہے جو انسان کی صرف دنیاوی ہی نہیں بلکہ اخروی زندگی کو بناتا اور سنوارتا ہے، علم ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرتا ہے اگر انسانی زندگی سے خود اعتمادی جیسی دولت رخصت ہو جائے تو اس کی ذہنی، جسمانی، علمی اور فکری صلاحیتیں پروان چڑھنے کے بجائے پژمردہ ہو جاتی ہیں اور جب انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے تو حسرت ویاس، قنوطیت اور احساس کمتری دور ہوتی ہے، انسان کے اندر آگے بڑھنے کا عزم وحوصلہ پیدا ہوتا ہے، صحابہ کرام بالخصوص اصحاب صفہ کی زندگی ہمارے لئے بہترین آئیڈیل اور نمونہ ہے جو عسرت وتنگی، فقر وفاقہ کے باوجود ہمیشہ تعلیم وتعلم میں لگے رہے زندگی کے کسی موڑ پر ان کے اندر مایوسی جیسی بیماری نہیں پیدا ہوئی۔

ہمارے اسلاف نے اس علمی ورثہ کو سنبھالا، صحابہ کرامؓ کی زندگی کو سامنے رکھا، اس راستے میں محنت شاقہ برداشت کیا، سیکڑوں میل پیدل سفر کیا، چٹیل میدانوں اور پہاڑی راستوں کے سنگریزوں نے ان کے پاؤں کو زخمی کیا، باد باراں، آندھی وطوفان نے ان کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کیں، فاقہ پر فاقہ ہوتا رہا لیکن انہوں نے جس مقصد کے حصول کے لئے عزم مصمم کے ساتھ رخت سفر باندھا تھا اسے پورا کیا، حالات کے نشیب وفراز سے وہ کبھی مایوس نہ ہوئے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کو علم کی آرزو ہے تو محنت کرو، اپنی زندگی کو پر مسرت بنانا ہے تو محنت کرو، مقاصد کو پانا ہے تو محنت کرو اور یاد رکھو محنت کے بغیر کامیابی کی امید ایک سراب ہے، خود فریبی اور حماقت ہے، ایک عربی شاعر نے اسی محنت کی قدر وقیمت کو بتایا ہے اس کے اشعار کا مفہوم کچھ یوں ہے، عروج وارتقاء انسان کی محنت کا ثمرہ ہے جسے اس کی خواہش ہوتی ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے، موتیوں کا متلاشی سمندر کی تہوں میں غوطہ لگاتا ہے تب جا کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے، آخر میں اس نے لکھا ہے ؎

ومن طلب العلیٰ من غیر کد
اضاع العمر فی طلب المحال

جس شخص نے بغیر محنت اور کوشش کے بلندیوں اور ترقیوں کو چاہا۔ اس نے اپنی عمر محال چیز کی طلب میں گنوادی۔

اس لئے اگر انسان اپنی منزل پانا چاہتا ہے تو اسے محنت کرنی ہوگی، اگر اسے اپنے مقاصد کو حاصل کرنا ہے تو آرزوؤں اور تمناؤں اور ہوائی قلعوں کو تعمیر کرنے کے بجائے ایمانداری سے محنت کرنا ہوگا، یہی محنت انسان کو پر مسرت لمحات میسر کرے گی اور منزل مقصود پہنچانے کا باعث ہوگی اور دین ودنیا میں ترقیوں سے ہمکنار کرے گی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ بہت سارے لوگ زندگی کے میدان میں مسلسل تگ ودو اور کوششیں کرتے ہیں لیکن ناکامی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی بہت سارے طلبہ وطالبات رات ودن ایک کر کے امتحانات کی تیاریاں کرتے ہیں لیکن جب رزلٹ اور نتیجہ سامنے آتا ہے تو ناکامی ان کا منہ چڑاتی ہے پھر ایسے لوگ یا

طلبہ یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس کا مداوا کیا ہوگا، ناکامی ونامرادی کا منہ ہم کب تک دیکھتے رہیں گے پھر وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوجاتے ہیں اور اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش شروع کردیتے ہیں حالانکہ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ زندگی اور حیات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، ہر انسان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کی حفاظت وبقا کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے نہ یہ کہ حالات کے نشیب وفراز سے متاثر ہوکر اس کا خاتمہ کرلینا چاہئے اسلام نے اس جرم کی سنگینی اور اس پر مرتب ہونے والے عذاب کا ذکر یوں فرمایا ہے ''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے گرتا چلا جائے گا، جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ اسے پیتا رہے گا جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث رسول کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ زندگی ایک امانت ہے اس میں خیانت کرنے والا بہت بڑا مجرم ہے اور ایسے خائن کی سزا بے حد دردناک ہے۔

اب اس سوال کا جواب ڈھونڈھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یا طالب علم اپنی فیلڈ اور میدان میں ناکام ہوجائے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔ پہلی بات جس کا ذکر اس سے پہلے ہوچکا ہے کہ جہد مسلسل اور بار بار اس مقصد کے حصول کے لئے محنت کرنا چاہئے دوسری چیز جو ترقی کے منازل تک رسائی کو آسان بناتی ہے وہ ہے مستقل مزاجی۔ حالات کتنے دگرگوں ہوجائیں لیکن کسی بھی مرحلہ پر حوصلہ نہ ہارے جس کام کے کرنے کا ارادہ کرلے ایک بار ناکامی کے بعد اسے ادھورا نہ چھوڑے اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کا اسوہ اپنے سامنے رکھے مختلف غزوات میں حالات سخت سے سخت آئے لیکن نہ تو آپ مایوسی کا شکار ہوئے اور نہ ہی ہمت ہاری بلکہ مستقل مزاجی سے کام لیا اور اعلان فرمایا "انا النبی لاکذب ۔انا ابن عبدالمطلب"

میدان عمل میں کامیابی کے لئے ایک تیسری چیز صبر ہے، صبر کے معنی ہیں نفس کو جزع فزع اور غصہ سے روکنا، زبان کو شکوہ وشکایت سے باز رکھنا، فرمان رسول ﷺ ہے ''مومن کا معاملہ عجیب ہے ہر چیز میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر گزاری کرتا ہے تو اس کا بھلا ہوا اور اگر اسے کچھ نقصان اٹھانا پڑا تو صبر کرتا ہے تو اس کا بھلا ہوا۔ (مسلم)

اس لئے انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے کوئی ضروری نہیں کہ جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے اتنی ساری محنت کی تو اس کا نتیجہ بھی بالکل اس کی سوچ اور فکر کے مطابق ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی محنتوں کا فوری طور پر ثمرہ نہیں ملتا لیکن جب وہ حالات کی سنگینوں سے نبرد آزما ہونے کی ٹھان لیتا ہے اور بجائے غصہ ہونے کے صبر سے کام لیتا ہے، اسے یہ پتہ ہوتا ہے کہ بے صبری، بددلی، بدخلقی یہ ہر ناکامی کی دلیل ہے تو اس صبر کی بدولت اسے قلبی سکون اور روح کو تازگی ملتی ہے۔

چوتھی چیز زندگی کے اسرار ورموز کو جاننے اور اسے ترقی کے

منازل سے ہمکنار کرنے کیلئے تقدیر پر یقین کامل ہونا چاہئے،
اسلام نے ہم مسلمانوں کو جن چیزوں پر ایمان لانے کا پابند بنایا ہے اس میں تقدیر بھی ہے تقدیر پر ایمان ہی ایک مسلمان کو پختہ یقین فراہم کرتا ہے اسی سے زندگی کے شب وروز میں نظر آنے والے حادثات وخدشات مصائب وآلام سب ہیچ نظر آتے ہیں، ایسا شخص ان ساری چیزوں سے بے پرواہ ہوکر صرف اپنے خالق حقیقی پر توکل کرتا ہے، تقدیر پر یقین کامل ہی اسے یہ حوصلہ دیتا ہے کہ زندگی کے کسی میدان میں اس کے قدم متزلزل نہیں ہوتے وہ اپنی منزل مقصود کے حصول کے لئے محنت کرتا ہے پھر محنت کرتا ہے اس کے باوجود اگر وہ ناکام ہوجاتا ہے تو بجائے مایوس وناامید ہونے کے اپنے رب سے لولگاتا ہے اور تقدیر پر بھروسہ کرکے اپنے قدم کو آگے بڑھاتا ہے اور لوگوں کو اپنی زندگی سے یہ پیغام دیتا ہے کہ اسلام مسلسل امید کی زندگی سکھاتا ہے، مایوسی ناامیدی اسلامی اصول زندگی کے بالکل خلاف ہے اسی حقیقت کو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے یوں واضح فرمایا ہے ’’زندگی کی دشواریوں کی تسکین مذہب (اسلام) میں ملے گی کیونکہ وہ ہمیں اعمال کے اخلاق واقدار کا یقین دلاتا ہے اور یہی یقین ہے جس کی روشنی کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی وہ (اسلام) ہمیں بتلاتا ہے کہ زندگی ایک فریضہ ہے جسے انجام دینا چاہئے یہ ایک بوجھ ضرور ہے جسے اٹھانا چاہئے...... لیکن کیا یہ بوجھ کانٹوں پر چلے بغیر اٹھایا جاسکتا ہے؟ کانٹے کبھی دامن کو الجھیں گے، کبھی تلوؤں میں چبھیں گے، لیکن مقصد کی جو خلش پہلوئے دل میں چبھتی رہے گی نہ دامن تار تار کی خبر لینے دے گی اور نہ زخمی تلوؤں کی۔ (غبار خاطر ص ۴۷ تا ۴۱)

اللہ پر ایمان لانے والوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ نفع ونقصان اللہ کی طرف سے ہے اگر کبھی ناکامی ہوئی پریشانی ہوئی تو یہ سوچ کر انگیز کر لیتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم نے اس پر صبر کیا تو رب کی طرف سے انعام کے مستحق ٹھہرائے جائیں گے۔ اس کے برعکس جس کا یقین واعتقاد اور ایمان تقدیر پر نہیں ہوتا زندگی کی مشکلات اسے تنگ کرنے لگتی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اس لئے اگر انسان کو اپنی زندگی پر مسرت بنانا ہے تو اسے انہیں اصولوں کو اپنانا ہوگا جو اسلامی اصول زندگی کہلاتے ہیں اس کے سوا نہ تو کوئی اصول اسے کامیاب کرسکتا ہے اور نہ اسے اس کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے قوم کے نونہالوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ انہیں غیروں کی روش اور سوچ پر چل کر کوئی ایسا غلط اقدام نہیں کرنا چاہئے جو ان کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث اور دین وایمان کے منافی ہو۔

اللہ تعالیٰ مسلم طلباء اور عصری اسکولوں میں پڑھنے والے نونہالان قوم کو خود اعتمادی، توکل اور صبر کی توفیق دے، ناامیدیوں سے انہیں دور فرمائے اور کامیابی کی منزلوں تک پہنچائے۔ آمین

☆☆☆

تہذیب وثقافت

ذہنی غلامی اور پردہ

● شعبان بیدار صفوی

یہ نیا دور ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ جس چیز پر بھی جدیدیت کی نام نہاد مہر لگ جائے وہ مقبول عام! اور جس پر جھوٹی قدامت پرستی اور بنیاد پرستی کا لیبل لگا دیا جائے وہ ردی کی ٹوکری کی مستحق!

جدید وقدیم کا یہ معیار ہمارے ان نام ونہاد دانشوروں کا قائم کردہ ہے جنہوں نے انگریزی لائٹوں سے روشنی حاصل کی ہے روشنی کا یہ حصول اپنے آپ میں اچھی بات ہے مگر خرابی یہ ٹھہری کہ دھوئیں کو بھی وہی مقام مل گیا جو روشنی کا ہو سکتا تھا یہیں سے ایک ناگزیر فکری ٹکراؤ اور ذہنی ارتداد کی ابتدا ہوتی ہے۔

کسی بھی پسندیدہ چیز کو ماڈرن کہنا اور ناپسندیدہ کو قدیم بولنا آج کا فیشن ہے اس حوالے سے میڈیائی سطح پر عموماً وہی چیزیں زیادہ نشانہ بنائی جاتی ہیں جن کا تعلق اسلام سے ہو، پردہ اور حجاب پر بحث کوئی بہت پرانی نہیں ہے۔ قصہ یہ ہے کہ مذہبی نظام سے معروف کلیسا کے سخت گیر غیر مذہبی سسٹم سے اکتائے لوگوں نے ردعمل کی زوردار تحریک چلائی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے ردعمل کی تحریکوں میں جو خامیاں ہو سکتی ہیں انہیں بیان کی حاجت نہیں چنانچہ اس جوابی تحریک نے پچھلے دور سے منسلک ہر شئے کو نشانہ بنانا شروع کیا خواہ وہ غلط ہو یا صحیح! بعد میں مذہب بیزاری اور عیسائیت کا تال میل ہو گیا کیونکہ اس کا مقصد حصول زر تھا لہٰذا کسی نہ کسی شکل میں اپنے تقدس کی حفاظت ضروری تھی۔

اس تال میل کے بعد اسلامی احکامات بشمول حجاب اعلیٰ پیمانے پر بہ تسلسل نشانہ بنتے رہے ادھر یورپ میں بے حیائی ایک علمی مسلمہ بن کر ابھری فری سیکس تحقیق کا نتیجہ ٹھہرا اہم جنسی انسانی حقوق اور آزادی کے خوبصورت ناموں سے ظاہر ہوئی ان ساری باتوں میں کلیسا بھی شریک رہا۔

دوسری طرف ایشیائی اور افریقی دانشوروں نے ان خراب نتائج کو ترقی کے اسباب کے طور پر دیکھا اور یہ باور کرایا کہ یہ فکری اور ذہنی تشکیل ہی ترقی کے پس پردہ اصل شئے ہے اس ضمن میں بے پردگی بلکہ بے لباسی کو بھی ترقی وتنزلی کی علامت کے طور پر دیکھنے کا رجحان پختہ ہو چلا جب کہ بے لباسی اور بے پردگی کا تعلق تہذیبی اور انسانی سلبیات سے تھا یورپی ترقی کا راز صرف تعلیمی بہاؤ تھا اس میں پردے کو گھسیٹنا ایک فضول سی بات تھی۔

لیکن کیا کیجئے گا تاریخ شاید اسی کا نام ہے کہ جب جب کسی قوم کو مادی عروج ملا دنیا نے اس کے ہر عمل کی نقل کی، سونے جاگنے اٹھنے بیٹھنے، شادی بیاہ، گفتگو اخلاق ہر شئے میں ترقی یافتہ قوم کی نقل کو معیار تسلیم کیا گیا آج ہمارے یہاں قضاء حاجت بھی

انگریزی ڈھنگ سے ہورہی ہے اور ایک مشہور کامیڈین کی مانیں تو وہ انگریزی ٹوائلٹ میں ہندوستانی ڈھنگ سے بیٹھتے ہیں تاکہ ان کی دیش بھگتی اور مشرقی تہذیب کا بھی حق ادا ہوجائے، ہمارے دانشور اور سیاست داں نقالی کی نفسیات کے اسیر ہیں وہ آزاد عقلیت سے محروم فرنگی دماغ کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے اس پر طرہ یہ کہ عقل کا مزاج پال رکھے ہیں، معمولی علم پر غیر معمولی اعتماد کی ڈھب غضب کی رکھتے ہیں یہی جھوٹا اعتماد انہیں بازاری گفتگو کا ڈھنگ دیتا ہے اور سنجیدہ علمی گفتگو کا حوصلہ ان سے جاتا رہتا ہے۔ دینک جاگرن کے خصوصی کالم میں ایک بار عظیم صحافی خوشونت سنگھ نے لکھا تھا کہ پردہ جہالت ہے مسلمان اس سے جتنی جلدی نجات پالیں بہتر ہے اسی مضمون میں یہ اشارہ بھی تھا کہ زوال مسلم کا سبب سور کی حرمت اور شراب سے اجتناب ہے بلکہ اس مسئلے میں ڈاکٹر ذاکر نائک کو خوب لتاڑا کہ ان کے بموجب یہ بیماریاں ہوسکتی ہیں مگر مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔

یہی غیر علیت اور سستی فکر ۵ر فروری ۲۰۱۱ء کو روزنامہ راشٹریہ سہارا میں بھی دیکھنے کو ملی معروف نغمہ نگار جاوید اختر کا کہنا تھا برقعہ مسلم خواتین کی پسماندگی کا نشان ہے ان کی اہلیہ کو بھی ایک بار جب اپنی فنکاری سے فرصت ملی تھی تو فتوے کا منصب سنبھال بیٹھی تھیں، فاروق عبداللہ نے بیان دیا تھا کہ برقعہ مذہب کو محدود کرتا ہے۔ اللہ جانے انہوں نے برقعہ سے مروجہ برقعہ مراد لیا تھا یا حجاب! ان کے فقہی تبصرے کا صرف انتظار کیا جاسکتا ہے، یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ برقعہ اور پردہ کی بنیاد پر مذہب کی تنگی اور وسعت کا کیا معنی سمجھتے ہیں خیر فکری پاگل پن کی بولی سمجھ میں بھی کب آتی ہے؟

ممکن ہے ہمارے یہ کرم فرمانئ کوڑی کی حیثیت سے بعض علماء کے تفردات کو پیش کردیں۔ ایسا ہوا بھی، لوگوں نے چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کے فتاوٰی کو پورے طنطنے سے پیش کیا مانو کہ ان علماء نے یہ کھولنا کوئی واجب قرار دیا ہو اگر سیاق وسباق ملاحظہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مدعٰی کا مقصد یہ ہے کہ آئی شیڈو سے مسلح ہونا لپ اسٹک کی تہہ جمانا، بالوں کو مخصوص شکل دینا چست کپڑے زیب تن کرنا بدن کے بعض حصوں کو کھلا رکھنا یہ سب کرکے گھر سے نکلنا اور سڑکوں کا طواف کرنا وغیرہ وغیرہ۔ کہاں چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی خاص پس منظر میں اجازت اور کہاں متجددین کا یہ ارادہ؟

حجاب کی یہ بحث حقوق انسانی کے حوالے سے بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت حجاب نہ استعمال کرنا چاہے تو اس کے لئے آپ ''ہیومن رائٹس'' کی تحریک چلائیں اور اگر کوئی استعمال کرنا چاہے تو اس کو تعاون دینے سے کترا جائیں یہ کون سا انسانی حق ہے؟ مردہ شرابینی کے لئے آپ کی زبان حق ترجمان سے کچھ ارشاد نہیں ہوتا'' فرانس کے ظالمانہ رویئے پر آپ کے ''حقوق انسانی'' اور'' آزادی اظہار'' رائے کو سانپ سونگھ گیا یہی تو ذہنی غلامی ہے! اسی کو تو ضمیر کی موت اور اسلام کے خلاف چھپا ہوا کینہ بولتے ہیں۔

ہم آپ کی مجبوری سمجھتے ہیں آپ کے ذہنی تحفظات اور ترجیحات ہیں آپ کے مزاج ہیں میں معروضیت نہیں آپ بے حیائی اور بے شرمی کے اسی کھڈے میں اتر چکے ہو جہاں حیا ایک رجعت پسندانہ صفت قرار پاتی ہے، آپ کی بیگمات وہ ہیں

جو زندگی کے بہترین ایام دوسروں کی بانہوں میں جھولا جھول کر گزارتی ہیں آپ اپنی بہو بیٹیوں کو سپر اسٹارس کے ہونٹوں کے سائے میں دیکھ کر جنت کشمیر کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہو، آپ سے ہم اگر ایسی امید کریں تو واقعی ہم دقیانوس ہیں جس سے احتراز کرنا چاہئے۔

چاند دیکھنے کی دعا

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ۔"

(صحیح سنن ترمذی للالبانی ج۳، ۲۷۴۵)

ترجمہ: اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن وایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

برصغیر کے ایک معروف دانشور نے آپ لوگوں اور آپ کے ہم مزاج قلم کاروں، کالم نویسوں، صحافیوں اور مفکروں کی صحیح تصویر کشی کی ہے کہ ان کی ذہنیت کے ٹیڑھے سوراخ میں اسلام کی سیدھی میخ آخر بیٹھتی تو کیونکر؟ مذہبی مسائل پر جب یہ حضرات اظہار خیال کرتے ہیں تو ان کی باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بغیر سوچے سمجھے تقریر فرمارہے ہیں نہ ان کے مقدمات درست ہوتے ہیں نہ منطق اسلوب پر ان کو ترتیب دیتے ہیں اور نہ صحیح نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سستی فکر (Loose thinking) ان کے مذہبی ارشادات کی نمایاں خصوصیت ہے، مذہب کے علاوہ (اسلام) جس مسئلے پر بھی بولیں گے ہوشیار اور چوکنے ہوکر بولیں گے کیونکہ وہاں اگر کسی قسم کی بے ضابطگی ہوگئی تو جانتے ہیں اہل علم کی نگاہ میں کوئی وقعت باقی نہ رہے گی...... دوسری بات جو ان کے یہاں نظر آتی ہے وہ خیالات کی سطحیت اور معلومات کی کمی ہے مذہب (اسلام) کے سوا کسی اور مسئلے میں وہ اتنی کم معلومات اور اس قدر کم غور وفکر کے ساتھ بولنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔

اب آخر میں ہم اپنے قارئین اور قلم کاروں سے یہ بتانا چاہیں گے کہ تلبیس ابلیس نے رخ تبدیل کرلیا ہے وہ حجاب کی سخت جانی دیکھ کر حجاب کے اندر موجود ڈھانچے کو اس قدر بگاڑ رہا ہے جو حجاب کو شرمسار کردے اب عورتیں باحجاب ہوکر شاعروں اور فلموں، کلبوں میں شرکت کررہی ہیں بلکہ دھندے والیاں بھی حجاب استعمال کررہی ہیں اس کے مضمرات کیا ہیں اور حجاب کے لئے یہ رویے کتنے نقصاندہ ہیں غور وفکر کا اہم موضوع ہیں، شریف گھرانوں سے گزارش ہے کہ پردہ کوئی لال قلعہ کی دیوار نہیں ہے پردہ برائی کو روکنے والے ذرائع میں سے ایک ذریعہ محض ہے اگر برائی کے بقیہ ذرائع ہمارے گھروں میں ہماری تہذیب میں موجود رہیں گے تو حجاب ایسی صورت حال میں تعاون علی الاثم کا رول ادا کرنے لگتا ہے بجائے کہ خرابیوں سے تحفظ کا ذریعہ بنے۔

☆☆☆

ہاتھ میں شمع خیر الوریٰ چاہئے

تحریر: دکتور ولید خالد الربیع
ترجمانی: شمس الاسلام محمدی

اللہ رب العالمین نے مومن بندوں کو نبی کریم ﷺ کے اتباع کا حکم دیا ہے کیونکہ اسی کے اندر دینوی واخروی فوائد مضمر ہیں جب کہ اس سے اعراض کرنا دونوں جہان کے خسران اور نقصان کا باعث ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی پیروی دین کا رکن اور اسلام کی بنیاد ہے جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ: بندہ عبودیت میں دو عظیم بنیادوں کی بناء پر راسخ ہوسکتا ہے:

پہلی بنیاد: خلوص وللہیت کے ساتھ مشروع طریقے پر اللہ کی عبادت کرنا اور ہر بدعی طریقے سے اجتناب کرنا۔

اور دوسری بنیاد: محمد عربی ﷺ کی پیروی کو لازم پکڑنا ہے کیونکہ انہوں نے دین کی تبلیغ کی اور ہمارے لئے دین کی تمام جزئیات کو واضح فرمادیا چاہے اس کا تعلق عبادت وریاضت سے ہو یا تجارت ومعیشت سے۔ غرض یہ کہ تمام شعبۂ حیات کو امت کے سامنے نمایاں کردیا اور بدعتوں سے سختی کے ساتھ روکا اور اسے گمراہی قرار دیا ہے۔ گویا کہ جس طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف اللہ سے ڈریں اور اسی پر بھروسہ کریں، اسی سے مدد طلب کریں اور اسی کی عبادت کریں بالکل اسی طرح سے ہمیں اس بات کا بھی مکلف کیا گیا ہے کہ ہم رسول ﷺ کی اتباع وپیروی کریں۔ پس حلال وہ ہے جس کو انہوں نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ جس کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے۔

ابن ابی العز حنفیؒ نے ''شرح العقیدۃ الطحاویۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ دونوں توحید ہیں ان دونوں کے بغیر اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ سنت نبوی ﷺ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عبد کامل بننے کی کوشش کریں۔

دلائل ومفہوم اطاعت:

ان دو عظیم بنیادوں میں دوسری بنیاد کی توضیح ہمارا موضوع بحث ہے وہ ہے اطاعت نبوی۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ اطاعت یہ ہے کہ آدمی اس چیز کی پیروی کرے جو نبی ﷺ اور ان کے اصحاب سے مروی ہے۔

اللہ رب العالمین نے اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ (ال عمران: ۳۲) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ پیٹھ پھیرلیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اور اسی طرح دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر: ۷) ترجمہ: رسول

تم کو جو دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

اور رسول ﷺ کی اطاعت کو رحمت کا سبب قرار دیتے ہوئے بیان فرمایا: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (ال عمران: ۱۳۲) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور اسی طرح سے تمام معاملات کے اندر رسول ﷺ کے فیصلے کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾ (سورۃ النساء: ۶۵)

ترجمہ: تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

ترجمہ: کسی مومن مرد اور عورت کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

اور اسی طرح سے ہدایت کو رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر معلق کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (سورۃ النور: ۵۴) ترجمہ: اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اور ساتھ ہی ساتھ اپنی اور اپنے رسول کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورۃ النور: ۶۳) ترجمہ: جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اقوال علماء:

چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علماء کرام نے کہا "سنت کو مضبوطی سے پکڑنے ہی میں نجات ہے"۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کہا جاتا ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جس پر محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ تھے۔ ۱- جماعت کو لازم پکڑنا۔ ۲- سنت کی اتباع کرنا۔ ۳- مسجد کو آباد کرنا۔ ۴- قرآن کی تلاوت کرنا۔ ۵- اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "کوئی ذات ایسی نہیں ہے جس کے قول کو لیا جائے یا ترک کیا جائے سوائے محمد عربی ﷺ کے۔"

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا کہ "سنت کی پیروی میں برکت ہے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، درجات کی بلندی ہے، اور دل کے لئے سکون و راحت کا باعث ہے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ کسی کے لئے

درست نہیں ہے کہ وہ صحیح حدیث کا معارضہ کسی کے قول سے کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سائل کے سوال کا جواب حدیث رسول کی روشنی میں دیا تو سائل نے کہا کہ: ابو بکر رضی اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قریب ہے کہ تمہارے اوپر آسمان سے پتھر نازل ہو میں کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور تم لوگ کہہ رہے ہو کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: یقیناً میں انسان ہوں غلطی کرتا ہوں اور درستگی کو پہنچتا ہوں میری رائے میں غور وفکر کرو جو کتاب وسنت کے موافق ہو اس کو لے لو اور جو موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دو نیز یہ بھی فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ہی کی وہ ذات ہے جس کے قول کو لیا جائے گا۔

خلاصۂ کلام:

یہ تمام نصوص اس بات کا پیغام دیتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اطاعت کو لازم پکڑنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ نصوص اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول کی جانب التفات کرنا درست نہیں ہے۔اس لئے مسلمانان عالم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ سنت نبوی ﷺ کی واقفیت کے حریص بنیں اور غلو سے بچتے ہوئے اس پر حسب استطاعت عمل کریں۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔آمین

☆☆☆

حیا اسلام کا امتیازی وصف

حیا اسلام کا اہم جزء ہے، حیا اور ایمان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حیا اور ایمان دونوں ہمیشہ ساتھ اور اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھ جائے گا۔حیا دراصل انسانی طبیعت کی اس کیفیت کا نام ہے کہ نامناسب بات اور ناپسندیدہ کام سے اس میں انقباض پیدا ہوا اور اس کے ارتکاب سے اسے اذیت پہنچے۔حیا کا تقاضا ہے کہ جو کام رب العالمین کی مرضی ومنشاء کے خلاف ہو آدمی کی طبیعت میں اس سے تکدر پیدا ہو اور اسے ایک بار محسوس کرے حیا جزءِ ایمان ہونے کے حوالے سے سراپا خیر ہی خیر ہے یہ امت مسلمہ کا اصلی زیور ہے۔حیا کی ضد بے حیائی، عریانی اور برہنگی ہے۔آج مسلم معاشرے کو بے شرم وبے حیا بنانے کا کام تیزی سے جاری ہے۔ٹی وی، سی ڈیز اور فلمی گانوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا ہے۔نوجوان بہن، نوجوان بھائی ماں باپ ایک ساتھ بیٹھ کر حیا باختہ مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ اب ان میں حیاء نام کی کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی، گانے سننا اور ڈش انٹینا کا استعمال اب ہر گھر کی ضرورت بن گیا ہے۔اور یوں ہر گھر سنیما گھر بن چکا ہے، غیر مسلم اقوام یہود ونصاریٰ نے مسلمانوں کی ہیئت کو بدنما کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، مسلمان ہیں کہ اپنی سادگی کے باعث تہذیب فرنگ کی بدولت اپنے شاندار ماضی کو فراموش کر چکے ہیں۔دراصل مسلم معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی مغرب ہی کی عنایت ہے بے حیائی کی روش کو بڑھانے میں میڈیا کا کردار بھی شرمناک ہے، اس نے اخلاقی بندھنوں کو اتنا ڈھیلا کر دیا کہ الحفیظ والامان۔وہ قرآن مجید کا یہ واضح حکم بھول گئے ہیں کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا وآخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔

اس لئے تمام افراد جماعتوں اور امت مسلمہ میں درد دل رکھنے والے سبھی کا فرض ہے کہ وہ مسلم معاشرہ کو صحیح پہچان فراہم کرنے میں اپنی تمام کاوشیں بروئے کار لائیں اور اسلام کے تصور حیا کے احیاء میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

ابن رشد سنابلی-نوی ممبئی

اعجاز نبوت

معجزات نبوی ﷺ

●عبدالباری شفیق السلفی

اس دار فانی کے اندر اللہ رب العالمین نے بے شمار انبیاء اور رسل کو مبعوث فرمایا اور ان تمام انبیائے کرام اور رسولوں کو کچھ نہ کچھ معجزات وخصوصیات سے ضرور نوازا لیکن ہمارے نبی دو جہاں کے سردار خاتم النبین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان معجزات و خصوصیات سے نوازا جن کو آپ ﷺ سے پہلے کسی اور نبی یا رسول کو نہیں نوازا تھا۔

اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو بے شمار معجزات سے نوازا تھا لیکن آپ ﷺ کے تمام معجزات کا ذکر تو اس مختصر سے مضمون ومقالہ میں ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ لیکن پھر بھی اس مختصر سے مقالے میں نبی محترم ﷺ کے چند معجزات وخصوصیات کو صفحہ قرطاس پر لانے کی حتی المقدور کوشش کر رہا ہوں۔

اللہ رب العالمین نے سید الانبیاء خاتم النبین جناب محمد عربی ﷺ کو جن معجزات سے نوازا ان میں سب سے اہم معجزہ قرآن مجید ہے جو فصاحت وبلاغت اور جامعیت کے اعتبار سے دنیا کی تمام کتابوں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور پوری دنیا کے انسانوں کے لئے ایک معجزہ بھری کتاب ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا کہ ﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءكُم مِّن دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (البقرہ:۲۳) اور اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً﴾ (بنی اسرائیل:۸۸) یعنی اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجیے کہ اگر جن وانس سب مل کر قرآن جیسی کوئی چیز بنا لائیں تو یہ لوگ ہرگز نہیں لا سکیں گے، خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہو جائیں، چنانچہ اسی قرآن نے اچھے اچھوں کو اپنی طرف راغب اور متوجہ کر لیا اور لوگ اسکی صاف شفاف تعلیمات کو اپنے ذہن ودماغ میں بٹھا کر اسلام وایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

اللہ رب العالمین نے آپ کو قرآن کے علاوہ اور بہت سارے معجزات وخصوصیات سے نوازا تھا۔ جس میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام زوراء پر تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس وضو کے لئے پانی نہ تھا، تو نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ

منگوایا جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا، اس برتن (پانی) میں آپ نے اپنا دست مبارک رکھا، اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹنا اور نکلنا شروع ہوگیا، جس سے آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے وضو کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۷۲، مسلم: ۲۲۷۹)

اور اسی طرح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی لیکن ان کے پاس پینے کے لئے پانی نہ تھا، البتہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک برتن تھا جس سے آپ نے وضو کرنا شروع کیا، چنانچہ لوگ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے، تو صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پینے اور وضو کے لئے پانی نہیں ہے، اور اس وقت یہاں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا جس سے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی پھوٹنے لگا، لہذا ہم نے خوب پانی پیا اور وضو کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۷۶) اور دوسری جگہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ معجزۂ نبوی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں خندق کھودی جارہی تھی، میں نے رسول اکرم ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا، میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ شدید بھوک کی وجہ سے لاغر و کمزور ہوچکے ہیں، تو اسنے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو تھے، اس کے علاوہ ہمارے پاس بکری کا پالتو بچہ بھی تھا، جسے میں نے ذبح کردیا، میری بیوی جب آٹا گوندھ کر فارغ ہوئی تو میرے پاس آئی، میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے اس کو ہانڈی میں ڈال کر رسول اکرم ﷺ کو دعوت دینے کے لئے آپ کی طرف روانہ ہوگیا، میری بیوی نے جاتے وقت مجھ سے کہا کہ دیکھو کھانا کم ہے اس لئے مجھے رسول اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رازداری کے انداز میں گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا جسے ہم نے ذبح کردیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو کا آٹا تیار کیا ہے، لہذا آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں، یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے اونچی آواز میں فرمایا کہ "یا اھل خندق ان جابرا قد صنع لکم سورا، فحیھلابکم" یعنی اے اہل خندق بے شک جابر نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے، لہذا تم سب چلو، اور آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ " لا تنزلن برمتکم، ولا تخبزن عجینتکم حتی أجیء" یعنی تم اپنی ہانڈی کو مت اتارنا اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا یہاں تک کہ میں آجاؤں، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اپنے گھر واپس آیا تو رسول اکرم ﷺ بھی لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر ہمارے گھر تشریف لائے، میں سیدھا اپنی بیوی کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ آج تم ہی رسوا ہوگے! میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تو وہی کہا تھا جو تم نے کہا تھا، پھر میں رسول اکرم ﷺ کے پاس آٹا لے کر آیا، تو آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ ہماری

ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسمیں بھی اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، اور اس کے بعد فرمایا کہ" ادعی خابزۃ فلتخبز معک ،واقدحی من برمتکم ، ولا تنزلوھا"، یعنی ایک روٹی پکانے والی عورت کو بلالو جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے پیالوں میں سالن ڈالتے جاؤ اور نیچے مت اتارنا۔ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اسوقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد ایک ہزار تھی اور سب نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا پھر بھی کھانا بچا ہوا تھا، اور جب سب لوگ واپس چلے گئے تو بھی ہانڈی پہلے کی طرح جوش مار رہی تھی اور روٹی بدستور پکائی جارہی تھی۔ (صحیح بخاری: ۴۱۰۷، مسلم: ۲۰۳۹)

مذکورہ احادیث مبارکہ کے علاوہ اور بہت ساری حدیثیں ہیں جو نبی محترم ﷺ کے معجزات وخصوصیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن صفحات ومضمون کی تنگ دامنی ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم نبی آخرالزماں، خاتم النبیین ، دوجہاں کے سردار جناب محمد مصطفی ﷺ کے اور معجزات کا تذکرہ کریں، حالانکہ اگر ہم نبی محترم ﷺ کے معجزات کا تذکرہ کرنے لگ جائیں تو اس کے لئے صفحات کیا کئی کئی کتابیں درکار رہوں گی۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ کے معجزات کا احصاء ممکن نہ ہوگا۔

رب العالمین سے دعا ہے کہ مولائے کریم ہم تمام مسلمانوں کو اپنے عظیم رسول کے مقام ومرتبے کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے اسوہ حسنہ پر خلوص وللہیت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

☆☆☆

محیر العقول معجزہ

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ نبی اکرم ﷺ کی انقلاب آفریں دعوتی معجزے کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ: "یہاں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ قدیم مذہبی صحائف یا تاریخ کے اوراق پر داعیان حق کی جو سرگزشتیں محفوظ ہیں ان میں کوئی مثال موجود نہیں کہ کسی داعی کی حیات میں لایا ہوا پیغام اس پیمانے پر اشاعت پذیر ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے پیغام حق کو میسر آیا پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی ملک کی آبادی اپنے انفرادی یا اجتماعی نظم وضبط کے اعتبار سے اس درجہ پست، ابتر اور بدحال نہ تھی، جس درجہ ظہور اسلام کے وقت عرب قوم بدحال تھی۔ لیکن آغاز ہجرت سے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک اس قوم کی حالت میں جو غیر معمولی انقلاب رونما ہوا۔ اس کی نظیر سے تاریخ کے صفحات بالکل خالی ہیں، کیا دنیا اس محیر العقول معجزے سے انکار کی جرأت کرسکتی ہے؟"

(رسول رحمت: ص ۵۵۵)

فقہ وفتاوی

روزہ کی حالت میں انجکشن لینے اور قرآن مجید کو بوسہ دینے کا حکم

● عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: روزہ کی نیت کس طرح کی جائے گی، اور کیا ہر روز کے لئے الگ الگ نیت ضروری ہے؟

جواب: نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اس کے لئے کسی عمل یا تلفظ کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی آدھی رات کے آخری حصہ میں سحری کھائے تو یہ روزہ رکھنے کی نیت سے ہے اور یہی روزے کی نیت کے لئے کافی ہے کیونکہ کوئی عاقل آدمی جب ارادی طور پر کوئی کام کرتا ہے تو صرف اس کام کا کرنا ہی اس کے لئے نیت ہوتی ہے الگ سے نیت کرنا یا اس کے لئے مخصوص الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے سوائے اس آدمی کے جو پاگل ہو، بے ہوش یا نیند میں ہو تو ایسے لوگوں کو ارادی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اسی طرح رمضان کے شروع میں پورے ماہ کے روزے کی نیت کرنا ہی کافی ہے ہر روز الگ الگ نیت کرنا یا روز نیت کی تجدید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاوی فی احکام الصیام للشیخ عثیمین ص ۱۷۶-۱۷۷)

سوال: روزہ کی حالت میں انجکشن وغیرہ لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انجکشن دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) طاقت پہنچانے والے انجکشن۔ (۲) عادی انجکشن جو کسی مرض کی وجہ سے لگائے جاتے ہیں جن میں طاقت پہنچانے کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کے انجکشن جیسے گلوکوز یا طاقت پہنچانے والی سوئیاں وغیرہ تو ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے انہیں روزہ کی حالت میں استعمال کرنا یا لگوانا جائز نہیں اور دوسری قسم کے انجکشن جو طاقت اور غذائیت والے نہیں ہوتے ہیں تو ان کو بوقت ضرورت لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر انہیں بھی رات کے لئے موخر کیا جا سکتا ہو تو بہتر اور اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ شیخ ابن باز ۱۵/۱۵۹، فتاویٰ احکام الصیام للشیخ عثیمین ص ۲۱۶-۲۱۹)

سوال: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، آنکھ کان اور ناک میں ڈالی جانے والی داؤں کا استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: علماء کے صحیح قول کے مطابق روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، برش، آنکھ کان میں ڈالی جانے والی دوا کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ روزہ دار کو چاہئے کہ ان میں سے کسی بھی چیز کے حلق میں جانے اور نگلنے سے بالکلیہ پرہیز کرے لیکن اگر ناک کے راستے کوئی چیز ڈالی جائے تو یہ شرعاً ممنوع ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے روزہ کی حالت میں ناک میں شدت سے پانی ڈال کر حالت وضوء میں کھینچنے کو منع فرمایا ہے۔

(ترمذی، ۷۸۸، ابوداؤد ۱۴۲ مزید دیکھئے فتاویٰ ابن باز ۱۵/۲۶۰، ۲۶۲)

سوال: روزہ کی حالت میں اگر کسی کو قئے ہو جائے تو کیا اس

سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: قئے کی دوصورتیں ہیں: (۱) بلا تعمد اور قصد کے کسی بیماری یا پیٹ کی خرابی یا کھانے کی بدہضمی کی وجہ سے ہو تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲) بالقصد اگر کوئی روزہ دار جان بوجھ کر قئے کرے تو یہ روزہ توڑنے کا سبب ہے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا حدیث نبوی ہے کہ **"من ذرعه القئی فلا قضاء علیه ومن استقاء فعلیه القضاء"** یعنی جس کو قئے خود بخود ہو گئی تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جس نے جان بوجھ کر قئے کیا تو اس پر قضاء ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۶۷۶ بسند صحیح)

چنانچہ جان بوجھ کر قئے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء ضروری ہے۔ (فتاویٰ ابن باز ۲۶۵/۱۵)

سوال: کیا عورتیں نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرسکتی ہیں؟

جواب: عورت دیگر نمازوں کی طرح تراویح کی نماز کے لئے بھی مسجد جاسکتی ہے اگر مسجد میں عورتوں کے لئے شرعی پردہ کا انتظام ہو تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک دفعہ مردوں کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی تراویح کی نماز میں شامل کیا، روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمضان میں تیسری مرتبہ ہمیں تراویح کی نماز پڑھائی اور اپنے گھر والوں اور بیویوں کو بھی بلایا اور دیر تک قیام کیا یہاں تک کہ ہمیں خوف ہو گیا کہ سحری کا وقت ختم ہو جائے گا۔

(دیکھئے: صحیح سنن الترمذی: ۶۴۶)

سوال: چاندی اور سونے کے زیور کی زکوٰۃ سال بہ سال دینی چاہئے یا فقط ایک مرتبہ؟ نیز چاندی کے زیور کو جس میں عموماً ملاوٹ ہوتی ہے معدنی خالص چاندی کے حکم میں کس طرح سمجھا جاوے تا آنکہ اصلی چاندی کی زکوٰۃ کا حکم اس پر جاری ہو سکے؟

جواب: چاندی اور سونے کے زیوروں کی زکاۃ بشرط نصاب ہر سال دینی ضروری ہے۔ ابن حزم لکھتے ہیں کہ **"فانه قد حقق تکرر وجوب الزکاة فی الحلی کل عام بلا مزید علیه"** یہ بات پائے تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ زیورات میں ہر سال بلا اس پر زیادتی کے زکاۃ واجب ہے۔ (محلی ابن حزم ۱۸۰/۶) اسی طرح زیور میں اگر ملاوٹ برائے نام ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے اس قدر ملاوٹ والا زیور بقدر نصاب ہوگا تو اس میں زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور اگر ملاوٹ زیادہ اور کافی مقدار میں ہے تو خالص چاندی اور ملاوٹ کا صحیح اندازہ کریں اگر اس اندازہ اور حساب کے بعد زیور کی اصلی چاندی نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں زکاۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ (دیکھئے: فتاویٰ شیخ الحدیث ۳۶/۲-۳۷)

س: مصحف یعنی قرآن مجید کو بوسہ دینا اور چومنا شرعاً کیسا ہے؟ واضح کریں؟

جواب: مصحف یعنی قرآن مجید کو بوسہ دینا یا چومنا نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے اس لئے قرآن ہاتھوں میں لینے کے وقت یا پڑھنے کے بعد اسے چومنا جائز اور درست نہیں کیونکہ جس کام پر نبی کا حکم یا عمل نہ ہو تو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رہی بات تعظیم قرآن اور احترام مصحف کی تو اس کا صحیح طریقہ زیادہ سے زیادہ اس کی تلاوت اور اس کے احکام ومعانی میں تدبر اور اس پر عمل کرنا ہے، اگر مصحف یعنی قرآن مجید کا چومنا تعظیم ہوتا ہے تو صحابہ کرام اس کار خیر میں پیچھے نہ رہتے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے قاموس البدع: علامہ البانیؒ ص ۶۷۹-۶۸۱)

گوشۂ طب

مسکرات
NARCOTICS

● پروفیسر ڈاکٹر عبدالمبین خان

افیون:Opium

افیون ایک درخت کے پھل ہیں، جنہیں ''کوکنار مسلم'' کہا جاتا ہے۔ کوکنار مسلم خام میں شگاف لگا کر اس کا رس (گوند) حاصل کیا جاتا ہے اور یہی جم جانے کے بعد افیون کہلاتا ہے۔ مارفین افیون کا خاص جز ہے اور سب سے زیادہ سمّیت اسی میں ہوتی ہے۔ یہ دماغ کے عصبی خلیات پر اثر انداز ہو کر منوم ثابت ہوتا ہے۔

ہمارے ملک میں اس کے کھانے کی عادت بہت عام ہے، افیون کے اندر امساک کی بھی صفت ہے۔ لہٰذا نوجوان طبقہ اکثر اسی مقصد کے لئے اس کا استعمال کرتا ہے اس کے علاوہ جرأت وصحت پیدا کرنے کے لئے بھی لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ مائیں بچوں کو سلانے کی غرض سے دیتی ہیں۔

جن لوگوں کو درد کے ازالہ کے لئے یا نیند لانے کے لئے دوا کے طور پر اکلا یا انجکشن کی صورت میں اس کا استعمال کرایا جاتا ہے وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں بہت دن تک افیون کا استعمال اس کی سمّیت کے احساس کو اس قدر کم کر دیتا ہے کہ بعد میں دگنی وچوگنی مقدار بھی ناکافی ہوتی ہے۔

عرصہ تک استعمال کرنے سے سوء ہضم (Indigestion)، سہر (Insomnia)، قئے (Vomiting)، قبض (Constipation)، نامرادی (Impotency)، ضعف اعصاب (Nervine Weakness)، ضعف دماغ (Mental weakness)، بے حسی (Asthesia)، مراق ومالیخولیا (Malencholia) اور قبل از وقت بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا علامات افیون کھانے والوں میں زیادہ ملتی ہیں افیون کو یکلخت چھوڑ دینے سے بھی متعدد تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں، لہٰذا اس کو آہستہ آہستہ چھوڑنا چاہئے۔ مگر اس کے لئے بہت زبردست قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

گانجہ:Ganja

بھنگ کے مادہ پودے کے شگوفے کو لے کر اس میں تھوڑی تمباکو ملا دی جاتی ہے اور پھر اس مرکب کو چلم یا پائپ میں رکھ کر حقہ کے طور پر پیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں فقیر اور سادھو اس کو کثرت سے پیتے ہیں اس کو پینے والا بہت مست ہو جاتا ہے اور ہر وقت سہانے خواب دیکھتا رہتا ہے۔

بھنگ:Bhang

بھنگ ہندوستان میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ درخت کے پتے ہیں جس کو لوگ مختلف صورتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ خشک پتیوں اور شگوفوں کو لے کر کبھی محض شکر کے ساتھ اور کبھی سونف بادام

وفلفل سیاہ کے ساتھ سل پر پیسا جاتا ہے،اور پھر اس کا شیرہ چھان کر کیوڑہ وغیرہ ڈال کر پیا جاتا ہے۔ اگر قلیل مقدار میں استعمال کیاجائے تو فرحت بخشتا ہے لیکن زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے آدمی ناچنے گانے لگتا ہے، ہوش وحواس میں نہیں رہتا ہے، جنسی تسکین کی خواہش کرتا ہے، دوتین گھنٹے کے بعد اسے نیند آجاتی ہے۔

چرس:Charas

جس بھنگ کی کاشت پہاڑی خطوں میں چھ سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر کی جاتی ہے اس کی پتیوں اور ٹہنیوں سے حاصل کیا ہوا گوند یا رال تمباکو کے ساتھ ملالیا جاتا ہے اور اسے حقے میں پیا جاتا ہے۔اس کی معتدل مقدار شروع میں شہوت کو ابھارتی ہے اور بعد میں کمزور کرتی ہے اس کا استعمال دوا کے طور پر بھی کیا جاتا ہے۔لیکن مستقل استعمال سے عادت پڑجاتی ہے جس سے صرف اخلاقی پستی ہی نہیں بلکہ جسمانی نقصانات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بھوک ختم (Loss of appetite) ہوجاتی ہے ضعف عامہ(General weakness)،ضعف باہ(Swxual weakness)، سستی وکاہلی(Lassitude)،گھبراہٹ یا پاگل پن ومالیخولیا یا مراق عارض ہوجاتا ہے۔

تمباکو:Tobacco

ایک درخت کی پتیاں ہیں اس کی خشک پتیاں اس ملک کے ہر خطے میں دستیاب ہیں اور اکثر افراد اس کا استعمال کرتے ہیں، تمباکو کو یا تو جلا کر اس کا دھواں پیا جاتا ہے یا اسے پان وچونے کے ساتھ چبایا جاتا ہے۔تمباکو میں دو خاص اجزاء ہوتے ہیں۔ ایک نکوٹین، دوسرا نکوٹیانین، نکوٹین یوں تو تمباکو کے ہر جز میں موجود ہوتا ہے مگر خاص طور پر پتیوں میں زیادہ ہوتا ہے، ہر سواونس تمباکو کی سوکھی پتیوں میں دواونس نکوٹین ہوتی ہے۔اس کا استعمال عادت پیدا کردیتا ہے مثلاً پان، سگریٹ، چروٹ، سگار، بیڑی وغیرہ کے لوگ عادی ہوجاتے ہیں تمباکو شروع میں محرک اور بعد میں مضعف ثابت ہوتی ہے۔

نقصانات:Disadvantages

تمباکو کسی بھی شکل میں استعمال کرنے والوں کے ناک وحلق میں مزمن التہابی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور اسی لئے مخاطی ترشحات زیادہ ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ قوت شامہ نسبتاً کمزور ہوجاتی ہے۔زبان پر ایسے مضر اثرات نمودار ہوتے ہیں کہ معمولی مرچ مصالحہ کی چیزیں اچھی نہیں لگتی ہیں اور زیادہ مرچ مصالحہ والی غذاؤں کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔تمباکو کا سب سے زیادہ مضر اثر دل پر ہوتا ہے اس سے Tobacco Heart پیدا ہوجاتا ہے جس میں دل کئی ضربات تیزی سے لگا کر غیر طبعی وقفہ لیتا ہے تمباکو کا زہر جسم کی نشوونما کو روکتا ہے بچپن میں جو لوگ تمباکو چبانا شروع کردیتے ہیں ان کی بہت حد تک نشوونما رک جاتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ہونٹ اور گال کا سرطان بھی تمباکو کے سبب ہوتا ہے۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کردیا ہے کہ پھیپھڑے کا سرطان بھی تمباکو کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔

تمباکو اعصاب ودماغ کے لئے مسکن ہے، زیادہ عرصے تک استعمال کرنے سے مزمن بے حسی پیدا ہوجاتی ہے اور دماغی قوتیں کند ہونے لگتی ہیں، اخلاقی حالت بگڑ جاتی ہے۔

تمباکو استعمال کرنے والوں میں درج ذیل بیماریاں ہوتی ہیں:

۱-تصلب شرائین Arterio Sclerosis

۲-ضغط الدم قوی High B.P.

۳-سرطان دہن Oral Cancer

☆☆☆

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اوراس کی ضلعی ومقامی جمعیات کی جانب سے شہرممبئی اور مضافات میں مختلف دعوتی پروگرام منعقد ہوتے ہیں جن میں جماعت کے علماء، اعیان اوراسی طرح عوام الناس کی ایک بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔ ذیل میں مختلف جمعیتوں کی زیرنگرانی منعقد ہونے والے پروگرام کی تفصیل درج ہے۔ (ادارہ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا عظیم الشان اجلاس عام بحسن و خوبی اختتام پذیر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا تیسرا ماہانہ اجتماع ضلعی جمعیت اہل حدیث تھانہ کے مقامی حلقہ نیرول حبیب منزل مسجد سیکٹر۲۰ نیرول (ویسٹ) منعقد ہواپروگرام تین نشستوں پر مشتمل تھااجلاس کی پہلی نشست میں جماعت کے ایک نامور عالم دین مولانا مختار احمد مدنی نے ''تکفیراصول اور ضابطے'' کے عنوان سے ایک علمی خطاب پیش کیا دوسرے خطیب عالم اسلام کے مشہور سلفی داعی اور جامعۃ الملک سعود ریاض کے پروفیسرڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ مدنی حفظہ اللہ تھے آپ نے سامعین کوسنت رسولﷺ اپنانے کی تلقین کی اور سامعین کی طرف سے آئے ہوئے مختلف سوالوں کے جوابات دئے نماز ظہر اور طعام سے فراغت کے بعد تقریباً تین بجے اجلاس کا دوسرا سیشن شروع ہوا جس میں مہسلہ رائے گڑھ کے معزز عالم دین مولانا عبدالمعید مدنی نے ''منہج اہلحدیث حقائق اور پروپیگنڈے'' کے عنوان سے سامعین کو خطاب کیا آپ نے بتایا کہ اہل حدیث اس جماعت کا نام ہے جو کتاب وسنت کوصحابہ کرامؓ کے فہم کی روشنی میں سمجھتی ہے آپ نے جماعت کے خلاف پھیلائے گئے مختلف پروپیگنڈوں کاتفصیلی جائزہ لیا بعد نماز عصر اجلاس کا تیسرا سیشن شروع ہوا جس کے پہلے خطیب معزز عالم دین اور شعبۂ دعوت و تربیت جامعہ محمدیہ ایجوکیشن سوسائٹی کے مدیر مولانا انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ تھے آپ نے ''توحید کے فوائد اور ثمرات'' کے عنوان پر ایک جامع خطاب پیش کیا آپ نے بتایا کہ انسان کی نجات کا انحصار عقیدہ توحید پر ہے تمام انبیاء نے اپنی دعوت کا آغاز اسی عقیدہ توحید سے کیا عقیدہ توحید انسان کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے صحابہ کرام کی زندگیوں کے حوالے سے آپ نے اس بڑی قیمتی مثالیں پیش کی، دوسرے خطیب جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس کے استاد حدیث مولانا عبدالعظیم مدنی تھے آپ نے ''فتنہ انکار حدیث'' کے عنوان سے سامعین کو خطاب کیا دوران خطاب آپ نے فرمایا کی آج لوگ سائنس کی باتوں کومن وعن بلا جھجک تسلیم کرلیتے ہیں لیکن وہی لوگ حدیث رسولﷺ میں شبہات پیدا کر کے انکار کردیتے ہیں آپ نے حدیث رسولﷺ کے حوالے سے محدثین کی خدمات جلیلہ کو بھی اجاگر کیا بعد ازاں صدر اجلاس مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ

نے مختصر وقت میں تمام سامعین کو بڑی قیمتیں نصیحتیں کیں آپ نے فرمایا کہ ملت کا ہر فرد دینی و دنیاوی ہر سطح پر اہل علم سے رشتہ استوار رکھے کیونکہ کہ علماء ملت کے قائد ورہنماء ہوتے ہیں مزید آپ نے بتایا کہ عالم وہ ہے جو قرآن وسنت کی زبان کو سمجھے اور منہج صحابہ سے اس کی وابستگی ہو اہل علم کی ماتحتی قبول نا کرنا بہت بڑے خسارے کا سبب ہے سامعین کے سیکڑوں تعداد نے پروگرام سے استفادہ کیا قابل مبارک باد ہیں ضلعی جمعیت تھانہ اور مقامی جمعیت نیرول کے ذمہ داران اور وہاں کے سلفی اخوان جنہوں نے بڑے ہی عمدہ طریقے سے سبھی مہمانوں کی تکریم کی۔ اللہ کی توفیق ونصرت اور نوجوانان نیرول کے حسن تعاون سے پروگرام اختتام کو پہنچا اس اجلاس کے تینوں نشستوں کی نظامت اشفاق احمد سنابلی نے کی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث کی زیر سرپرستی دروس ومحاضرات

عالم اسلام کے مشہور سلفی عالم اور داعی ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی حفظہ اللہ کی ممبئی آمد پر صوبائی جمعیت اہل حدیث کے معزز ذمہ داران نے عوام وخواص کے استفادے کی غرض سے شیخ محترم اور مختلف مساجد کے ذمہ داران سے گفتگو کر کے شیخ حفظہ اللہ کے کئی پروگرام ترتیب دیئے۔ پہلا پروگرام مسجد اہل حدیث دار السلام ممبرا۔ دوسرا پروگرام جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ۔ تیسرا پروگرام مسجد اہل حدیث باندرہ ویسٹ۔ چوتھا پروگرام مسجد اہل حدیث رابوڑی۔

اللہ تعالیٰ شیخ ڈاکٹر عبدالقیوم حفظہ اللہ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے صوبائی جمعیت کی دعوت پر لبیک کہا اور عوام وخواص کو استفادہ کا موقع دیا۔

مالونی ملاڈ:

محمدی مدرسہ ومسجد اہل حدیث اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کا ماہنامہ اجتماع ۱۰؍جون بروز اتوار ۲۰۱۲ء بوقت بعد نماز مغرب تا دس بجے شب منعقد ہوا جس میں دو علماء کرام کے خطابات ہوئے۔

اجتماع کے پہلے مقرر مولانا سرفراز احمد فیضی تھے آپ نے "منہج سلف کی اتباع کیونکر ضروری ہے"۔ اس اہم عنوان سے سامعین کو خطاب کیا۔ دوسرے مقرر مولانا اشفاق احمد سنابلی تھے۔ آپ نے "اسلام میں اخلاق حسنہ کی اہمیت" کے عنوان پر سامعین کو خطاب کیا۔ سامعین کی کثیر تعداد نے پروگرام سے استفادہ کیا اس اجتماع کی نظامت مولانا ابوالکلام سلفی نے کی۔

جوہوگلی-اندھیری:

ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ویسٹ ممبئی کا ماہانہ دعوتی اجتماع بتاریخ ۲۷؍مئی ۲۰۱۲ بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء بمقام جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری زیر صدارت مولانا عبدالسلام بھٹی منعقد ہوا۔ جس میں اشفاق احمد سنابلی، مولانا شاہ عالم رحمانی، مولانا محمد عاطف سنابلی اور مولانا عبیداللہ سلفی حفظہم اللہ کے اہم خطابات ہوئے۔ حضرات وخواتین کی کثیر تعداد نے پروگرام سے استفادہ کیا۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ویسٹ ممبئی کا ماہانہ دعوتی اجتماع بتاریخ ۲۴؍جون ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء بمقام محمدیہ مدرسہ ومسجد اہل حدیث جوہوگلی اندھیری زیر صدارت مولانا الطاف حسین فیضی منعقد ہوا۔ جس میں مولانا ضمیر احمد مدنی، مولانا خالد جمیل مکی، مولانا عبدالحکیم مدنی حفظہم اللہ کے اہم خطابات ہوئے۔ اجلاس کی نظامت کا فریضہ مولانا محمد ایوب اثری حفظہ اللہ نے انجام دیا۔

رابوڑی-تھانہ:

ضلعی جمعیت اہل حدیث تھانہ کی زیر سرپرستی ایک عظیم الشان اجلاس عام زیراہتمام مقامی جمعیت اہل حدیث رابوڑی بمقام مسجد اہل حدیث رابوڑی تھانے بتاریخ ۲۴رجون بروز اتوار۲۰۱۲ء بعدنمازعصرتا۱۰ربجے زیرصدارت مولانا عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی منعقد ہوا۔ اجلاس دو نشستوں پر مشتمل تھا۔پہلی نشست کے پہلے خطیب مولانا محمد عاطف سنابلی امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ ساکی ناکہ تھے آپ نے''اتحادملت۔اہمیت اورطریقۂ کار'' کے عنوان پر سامعین کوخطاب کیا دوسرے مقرر مولانا فاروق عمری تھے آپ نے ''تعلق باللہ'' کے عنوان پر ایک مدلل تقریر کی۔ دوسری نشست بعدنمازمغرب شروع ہوئی جس کے پہلے خطیب معزز عالم دین مولانا شمیم احمد مدنی تھے آپ نے''اسباب زوال امت'' کےعنوان پرایک جامع خطاب پیش کیا۔اس اجلاس کی نظامت اشفاق احمد سنابلی نے انجام دی۔

رتنا گری-کوکن:

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری کا پہلا دینی ودعوتی عظیم الشان اجلاس عام ۲۰رمئی ۲۰۱۲ء بروز اتوار بمقام جامع مسجد سونس، زیراہتمام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ بوقت صبح دس بجے تانمازمغرب زیرصدارت مولاناعبدالسلام سلفی منعقدہوا۔اجلاس کے پہلے خطیب برادر بجیب بقالی حفظہ اللہ تھے۔آپ نے''فکر آخرت'' کے موضوع پر خطاب فرمایا ۔ دوسرے مقرر مولانا عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ تھے آپ نے''مسلمانوں کے باہمی حقوق'' کےعنوان پرمدلل خطاب کیا۔اجلاس کے تیسرے مقرر مولاناانصارزبیرمحمدی حفظہ اللہ تھےآپ نے''اصلاح معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں''اس اہم عنوان پرسامعین کوخطاب کیا،آپ کی تقریر کے ساتھ اجلاس کی پہلی نشست کا اختتام ہوا۔صلاۃ وطعام کے بعدتقریباً تین بجے دوسری نشست کا آغاز ہواجس کے پہلے مقرر مالیگاؤں سے تشریف لائے ہوئے معززمہمان مولانا ابورضوان محمدی حفظہ اللہ تھے۔آپ کا عنوان خطاب تھا ''امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال اور اس کا علاج''اس موضوع پرآپ نے بڑاہی پرمغزخطاب فرمایا۔تیسری نشست کا آغاز بعدنمازعصرہوا جس میں مشہور داعی مولانا ظفرالحسن مدنی حفظہ اللہ نے''اہل حدیث کون ہیں؟اوران کا تعارف کیا ہے؟'' اس موضوع پرآپ کی تقریرہوئی۔آپ نے تاریخی حوالوں سے سامعین کو بتایا کہ اہل حدیث ہر دور میں تسلسل کے ساتھ موجود رہے ہیں۔کوئی بھی دوراہل حدیث کے وجود سے خالی نہیں رہا ہے۔آپ کی تمام باتیں مدلل تھیں اوراس علاقے میں پہلی باراس طرح اہل حدیث کاتفصیلی تعارف لوگوں کے سامنے آیا۔اخیر میں صدر اجلاس مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی کلمات میں لوگوں کو پروگرام میں حاضری دینے پرمبارکبادی اور ناصحانہ انداز میں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر پرقائم رہنے کی تلقین فرمائی۔آپ کی دعائیہ کلمات پراجلاس کے اختتام کااعلان کیا گیا۔اجلاس میں قرب وجواراور دور دراز سے تشریف لائے سیکڑوں سامعین کی تعداد موجودتھی۔ اس عظیم الشان اجلاس کو براہِ راست علاقائی دیپ چینل پرنشربھی کیا گیا۔الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں پروگرام کوبذریعہ چینل لوگوں نے سماعت کیا۔

☆☆☆

حلقۂ ادب

امت کے لئے کافی اسوہ ہے محمد ﷺ کا

انور یوسفی

ہر جوہر انسانی شیدا ہے محمدؐ کا
عالم میں ہر اک جانب چرچا ہے محمدؐ کا

سنت سے سرمو بھی اعراض ہو ناممکن
جس شخص کے سر میں بھی سودا ہے محمدؐ کا

فرمائی شب اسراء نبیوں کی امامت بھی
عقدہ یہ کھلا کیسا رتبہ ہے محمدؐ کا

بے سود اماموں کا پیروں کا فقیروں کا
امت کے لئے کافی اسوہ ہے محمدؐ کا

ہجرت سے نمایاں ہے اجلال مدینے کا
یوں مولد ومسکن تو مکہ ہے محمدؐ کا

کیا حسن تکلم ہے گلبار وگل افشاں ہے
لولو وگہر اک اک کلمہ ہے محمدؐ کا

اسلام کے ماخذ ہیں قرآن وحدیث انور
تریاقِ ضلالت بھی ترکہ ہے محمدؐ کا

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے درمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published By

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70

Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066